اسلامی اقدار کا نقیب

ہفت روزہ ترجمانِ اسلام لاہور

نگرانِ اعلیٰ
مولانا مفتی محمود
مدظلہ

90
11

ایک پیغام

پاکستان قومی اتحاد کے صدر مولانا مفتی محمود مدظلہ نے اپنے ایک پیغام میں پاکستان قومی اتحاد کے کارکنوں سے کہا ہے کہ وہ اپنے جائز حقوق کی بازیابی کے لیے اپنی صفوں میں مکمل نظم و ضبط برقرار رکھیں اور پاکستان قومی اتحاد کی طرف سے چلائی جانے والی تحریک میں بھرپور کردار ادا کریں

مرحبا دھاندلی!

سربسر دھاندلی ، جابجا دھاندلی ! آفریں دھاندلی ، مرحبا دھاندلی
ساری دنیا میں ڈنکا بجا ہے ترا تیرا گھر گھر میں چرچا ہوا دھاندلی
ملک والے ہی کیا غیر بھی ہو گئے تیری ہر چال سے آشنا دھاندلی
دھاندلی ، دھاندلی سنتے رہتے تھے ہم ایسی دیکھی نہ تھی برملا دھاندلی
ہارنے والے جیتے ہوئے بن گئے کر دیا تو نے یہ کیا سے کیا دھاندلی
تو نے دنیا میں رسوا کیا قوم کو بے شرم دھاندلی بے حیا دھاندلی
قوم کا بچہ بچہ ہے تیرے خلاف تجھ کو سیدھا کیا جائیگا دھاندلی
تجھ کو اہلِ وطن سے ہے پرخاش کیوں کچھ بتا دھاندلی، کچھ سنا دھاندلی
بھٹو جی ایسے کمزور انسان کو تُو نے دھمکی پہ اکسا دیا ! دھاندلی
ان وڈیروں کا یومِ حساب آگیا جن وڈیروں کی ہے رہنما دھاندلی
ان کو اکرام بخشا نہ جائیگا اب !
جن رذیلوں کا ہے آسرا دھاندلی

اکرام القادری ۔ لاہور

اداریہ — اکرام القادری

انتخابات کے نام پر تماشا

اربابِ اقتدار کی جانب سے ملک گیر انتخابات میں منظم دھاندلیاں اب کسی پر پوشیدہ نہیں رہیں۔ اربابِ اقتدار نے ایک سوچے سمجھے پہلے سے تیار شدہ منصوبے کے تحت وسیع پیمانے پر ہمہ نوع دھاندلیاں اور بدعنوانیاں کی ہیں ان سے نہ صرف بیلٹ پیپر کی تقدیس مجروح ہوئی ہے، بلکہ پوری دنیا میں پاکستانی قوم کی رسوائی کا سامان بھی فراہم ہوا ہے۔

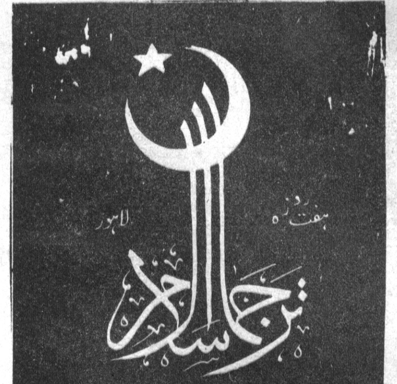
پاکستان قومی اتحاد کے رہنما بھٹو صاحب کی سرشت اور پیپلز پارٹی کے گذشتہ پانچ سالہ دورِ اقتدار میں ہونے والے ضمنی انتخابات کی روشنی میں پہلے سے جانتے تھے کہ بھٹو صاحب ہزار وعدوں، ہزار دعوں اور ہزار قسموں کے باوجود بھی آزادانہ الیکشن نہیں کرا سکتے اور اسی بنیاد پر ان قومی رہنماؤں کا ابتداء میں خیال تھا کہ انتخابات کے نام پر ہونے والے سوانگ میں حصہ نہ لیا جائے۔ اس کے برعکس **عوام** کی غالب رائے تھی کہ انتخابات میں حصہ ضرور لیا جائے۔ اس کا ایک فائدہ تو یہ ہوگا کہ عوام کے سچے خیرخواہوں کو عوام سے رابطہ کا موقعہ فراہم ہوگا، دوسرے اربابِ اقتدار کے آزادانہ و منصفانہ انتخابات کرانے کا بھانڈا چوراہے میں پھوٹ جائے گا۔

عوام کی رائے کا احترام کرتے ہوئے حزبِ اختلاف کے بہادر رہنماؤں نے ملکی انتخابات میں حصہ لینے کا متفقہ فیصلہ کیا ــــ ان رہنماؤں نے نہ صرف یہ فیصلہ کیا کہ انتخابات میں حصہ لیا جائے، بلکہ یہ تاریخ ساز فیصلہ بھی کیا کہ ایک ہی پرچم، ایک ہی قیادت، ایک ہی منشور اور ایک ہی نشان کے تحت انتخاب لڑا جائے۔

اپوزیشن کے اس فقید المثال فیصلے نے جہاں پاکستان کے سات کروڑ عوام میں مسرت و شادمانی کی لہر دوڑا دی وہیں اربابِ اقتدار کا خواب و خور حرام اور ان کے ایوانوں میں لرزہ طاری کر دیا۔

ابتداء میں حکومت کا خیال تھا کہ شاید اپوزیشن کا یہ وسیع تر اتحاد برقرار نہ رہے۔ اور کسی نہ کسی مرحلے پر یہ جماعتیں باہمی تو تکار کا شکار ہو جائیں۔ حکومت نے اپنے مخصوص گماشتوں کے ذریعہ اتحاد میں رخنہ اندازی کی کوشش کی، مگر اسے اپنی ہر کوشش اور ہر کاوش میں ناکامی و نامرادی کا سامنا کرنا پڑا۔

دفعہ ۱۴۴ کے تاریک بادل چھٹے تو اپوزیشن رہنماؤں کی آواز پر عوام کا سیلاب اُمڈ آیا وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ پاکستان قومی اتحاد کی ملک گیر پذیرائی میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ پاکستان قومی اتحاد ملتِ اسلامیہ کے دلوں کی دھڑکن اور قوم کی آرزوؤں کا مرجع بن گیا اس دوران جتنے بڑے بڑے جلسے ہوئے اور جتنے بڑے بڑے جلوس نکلے اس سے پہلے چشمِ فلک نے کبھی نہ دیکھے تھے۔ ملک کے طول و عرض میں نعرہ ہائے تکبیر کی صدائیں اور پاکستان قومی اتحاد زندہ باد کی آوازیں گونجنے لگیں: پاکستان کا مطلب کیا؟ لا الٰہ الا اللہ! کے



جلد نمبر ۲۰ شمارہ نمبر ۱۱

جمعۃ المبارک ۱۸ فروری ۱۹۷۷ء

سرپرست
مولانا عبیداللہ انور
مدیر
اکرام القادری
مدیر معاون
عمیر الہاشمی

بدل اشتراک
سالانہ
۴۵ ــــ روپے
ششماہی
۲۳ ــــ روپے
سہ ماہی ــــ ۱۱/۵۰ روپے
فی پرچہ
ایک روپیہ

زمزمے اسلامیان پاکستان کے کانوں میں رس گھولنے لگے۔ پاکستان قومی اتحاد کا انتخابی نشان پاکستان میں اسلامی نظام کی علامت بن گیا۔ در و دیوار سے ہل ہل کی آواز سنائی دینے لگی۔ شہروں اور دیہاتوں میں پاکستان قومی اتحاد کو یکساں طور پر شرف قبول حاصل ہوا۔

جناب ذوالفقار علی بھٹو جو اپنے آپ کو مضبوط اعصاب کا مالک اور بہت بڑا انقلابی سمجھتے ہیں اس صورت حال سے سراسیمہ ہو کر اول فول پر اتر آئے اور حواس باختگی کے عالم میں کچھ سے کچھ...... لگے۔

بھٹو صاحب نے ملک کی انتظامی مشینری کو الیکشن کمیشن میں جھونک دیا۔ سرکاری جیپوں پر ترنگے لہرانے لگے۔ قومی خزانے سے زر کثیر صرف کر کے قومی رہنماؤں کے کارٹون اشتہاروں کی شکل میں لاکھوں کی تعداد میں شائع کیے جانے لگے۔ غنڈہ عناصر کو پستولیں اور ریوالور فراہم کر دیئے گئے۔ تاکہ وہ نہتے عوام کے سینے چھلنی کر سکیں۔ وفاقی اور صوبائی وزراء کی پوری کھیپ کاروبار مملکت سے یکسر دستبردار ہو کر انتخابی مہم میں مصروف ہو گئی۔ جن وزراء اور ارکان پیپلز پارٹی کو بلا مقابلہ منتخب کرا دیا گیا تھا وہ ملک گیر دورے پر نکل پڑے۔ ان کا کام ہی یہ رہ گیا تھا کہ پاکستان قومی اتحاد کے رہنماؤں کو گالیاں دیں اور عوام کو تشدد پر اکسائیں۔ وفاقی وزیر تعلیم جناب عبدالحفیظ پیرزادہ صاحب نے کراچی میں کشت و خون کرانے اور کئی قیمتی جانیں ضائع کرانے کے بعد لاہور آ دھمکے۔ لاہور میں [illegible] خطاب کرتے ہوئے انہوں [illegible] میں کہا کہ جس طرح لیاری کر[illegible] ہیں ہم نے ان کا صفایا کیا [illegible] ہیں

اپوزیشن کا صفایا کر دیں۔ پیرزادہ صاحب فرط جذبات میں یہاں تک کہ گئے کہ اگر اصغر خان نے سات تاریخ کو گھر سے نکلنے کی کوشش کی تو اس کے سینے میں گولیاں اتار دی جائیں گی۔ مختلف وزراء اعلیٰ بھی اس قسم کی دھمکیاں دیتے رہے۔ خود بھٹو صاحب کا لب و لہجہ بھی اسی نوعیت کا تھا۔

غنڈہ عناصر کی اس حد تک حوصلہ افزائی کی گئی کہ قومی اتحاد کے ایک رکن اشرف خان کو خنجر کے پے در پے وار کر کے موت کی نیند سلا دیا۔ ستم بالائے ستم یہ کہ مقتول کے جنازے کے جلوس پر جگہ جگہ پتھراؤ کیا گیا۔

دراصل حکومت کا منشا یہ تھا کہ قومی اتحاد کے کارکن مشتعل ہو کر جوابی تشدد پر اتر آئیں۔ ملک میں قتل و غارت گری کا بازار گرم ہو جائے اور ارباب اقتدار کو انتخابات سے راہ فرار اختیار کرنے کا بہانہ مل جائے۔ مگر ہم قومی اتحاد کے رہنماؤں اور کارکنوں کے تحمل بردباری اور جبر و برداشت کو سلام کرتے ہیں۔ جنہوں نے اس قدر ظلم و جبر اور بربریت و تشدد کے باوجود جوابی کارروائی نہ کر کے حکومت کے الیکشن سے فرار کی تمام راہیں مسدود کر دیں اور دور اندیشی و حب الوطنی سے کام لیتے ہوئے ارباب اقتدار کا ہر مذموم ہتھکنڈہ ہباءً منثورا کر دیا۔

بھٹو صاحب کو قومی اتحاد کی واضح کامیابی کے روشن امکانات نظر آئے تو انہوں نے صاف لفظوں میں کہنا شروع کر دیا کہ وہ ہر صورت میں اقتدار سے وابستہ رہیں گے۔ انہوں نے ببانگ دہل کہا کہ اگر پاکستان قومی اتحاد کامیاب ہو گیا تب بھی اقتدار حوالے نہیں کیا جائے گا۔ وہ کہتے رہے کہ پاکستان قومی اتحاد کے رہنما ملک دشمن ہیں اور ملک دشمنوں کو اقتدار سپرد نہیں کیا جا سکتا۔

سیاسی حالات پر نظر رکھنے والے لوگوں کے نزدیک ان کی یہ بانگی کوئی خاص اچھوتی نہیں تھی، کیونکہ اس سے قبل ۱۹۷۰ء میں بھی وہ اس قسم کے ہتھیاروں سے لیس ہو کر میدان میں آئے تھے۔ بھٹو صاحب نے ۷۰ء کے انتخابات میں بھی اکثریتی پارٹی کو اقتدار سونپنے کی پُر زور مخالفت کی تھی۔ اس وقت بھی انہوں نے یہی کہا تھا کہ ہم اپوزیشن بنچوں پر بیٹھنے کے لیے تیار نہیں۔ بھٹو صاحب نے ملک دولخت ہونا گوارا کر لیا، لیکن اکثریتی پارٹی کو اقتدار حوالے کرنے کی مخالفت پر کمربستہ رہے۔

اس کے بعد آدھے سے زیادہ ملک گنوا کر جب وہ کرسی اقتدار پر براجمان ہوئے تو صوبوں میں اکثریتی پارٹیوں کو اقتدار سپرد کرنے کے سلسلے میں لیت و لعل کرتے رہے انتہا یہ کہ بھٹو صاحب نے بلوچستان اور سرحد ایسے صوبوں میں بھی اپنی حکومتیں قائم کیں جب کہ ان صوبوں کے عوام نے انہیں بری طرح سے مسترد کر دیا تھا۔

لیکن جب ان صوبوں کے عوام اپنے حقوق کی بازیابی کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے تو بامر مجبوری وہاں کے منتخب نمایندوں کو بدل نخواستہ اقتدار سونپنا پڑا۔ ان دونوں صوبوں میں منتخب نمایندوں پر مشتمل حکومتوں کے خلاف حکمران پارٹی نے ریشہ دوانیاں جاری رکھیں۔ مزدوروں کو اکسایا، نام نہاد مزدور لیڈروں کو خرید کر ان کے ذریعہ ان متحدہ حکومتوں کے خلاف پروپیگنڈہ کروایا۔ بلوچستان میں مختلف قبائل میں تصادم کرا کے مرکز کی مداخلت کا جواز تراشا گیا۔ ان تمام تر گھناؤنی حرکتوں کے باوجود بھی جب حکمران پارٹی اپنی من مانیوں میں کامیاب نہ ہوئی تو دونوں صوبوں کے گورنروں کو برطرف کر دیا گیا اور بلوچستان کی نمایندہ حکومت کو یک قلم ختم کر دیا گیا۔ نتیجۃً۔

کی حکومت کے وزیر اعلیٰ مولانا مفتی محمود نے احتجاجاً استعفیٰ دے دیا۔

ان حالات و واقعات کے پسِ منظر میں اگر دیکھا جائے تو موجودہ انتخابات میں بھٹو صاحب کی ملک گیر دھاندلیوں پر کسی صاحب بصیرت کو حیرت نہیں ہونی چاہیے۔ بھٹو صاحب ۱۹ سال سے اقتدار سے کسی نہ کسی شکل میں وابستہ چلے آ رہے ہیں۔ ان میں یہ کس بل ہی نہیں کہ حزبِ اختلاف میں رہ کر ملک کی خدمت کر سکیں۔ انہیں ہر حال میں اقتدار عزیز ہے۔ خواہ اس کے نتائج ملک و قوم کے لیے کتنے ہی خطرناک ہوں۔

آج بھی جناب بھٹو کی "جسارت" کا یہ عالم ہے کہ وہ انتخابات کے نام پر کیے جانے والے تماشے کو عوام کا فیصلہ کہنے سے نہیں شرماتے۔ اگر بقول بھٹو صاحب یہ عوام کا فیصلہ تھا تو پاکستان قومی اتحاد کی طرف سے صوبائی الیکشن کے بعد ۱۰ مارچ کو عوام کہاں چلے گئے تھے؟ ملک بھر میں تمام پولنگ اسٹیشنوں پر کیوں مردنی چھائی ہوئی تھی۔ کیوں ویرانی ہی ویرانی کی فرمانروائی تھی۔ پولنگ اسٹیشن پر عملے نے کیوں جمائیاں لے لے کر وقت گذارا؟

پھر ۱۱ مارچ کی ملک گیر مکمل ہڑتال کس بات کی غمازی کرتی ہے۔ اس وقت وہ عوام کہاں تھے۔ ان عوام نے کیوں دکانیں نہیں کھولیں؟ اس روز تو کسی جلسے جلوس اور مظاہرے کا بھی پروگرام نہ تھا کہ عوام نے خوف و ہراس سے دکانیں بند کی ہوں۔

ان بولتے حقائق کے باوجود بھی اگر سات مارچ کو الیکشن کے نام سے رچائے جانے والے سوانگ کو عوام کا فیصلہ قرار دیں تو ہمیں افسوس تو ہوگا حیرانی نہیں ہوگی، کیونکہ اس قسم کی چیزیں بھٹو صاحب کی طبیعتِ ثانیہ بن چکی ہیں۔

ہمیں یہ کہنے میں کوئی باک نہیں کہ اس وقت صورت حال یہ ہے کہ ایک طرف ملک کے ساتھ کروڑوں عوام ہیں اور دوسری طرف بھٹو صاحب، مفاد پرست وڈیرے، پالتو غنڈے، ریڈیو، ٹی وی۔ اور ٹرسٹ کے اخبارات ہیں۔ جہاں تک پولیس اور سیکورٹی فورس کی بات ہے تو یہ لوگ نہ کسی کے مستقل دوست ہیں نہ دشمن۔ یہ ہوا کے رُخ پر سفر کرتے ہیں۔ سات مارچ سے قبل ان کی پوزیشن گومگو تھی۔ ریڈیو سے بھٹو صاحب کی جیت کا فرضی اعلان ہوا تو انہوں نے پھر رُخ بدلنا شروع کیا۔ جونہی انہیں عوامی تحریک کا الاؤ پھٹتا نظر آیا یہ پھر صراطِ مستقیم پر گامزن ہونا شروع کر دیں گے۔

بھٹو صاحب سے ہماری گذارش یہ ہے کہ وہ اقتدار کے ایاب و ذہاب کو عزت و ذلت کا مسئلہ بنا کر قوم کے مستقبل سے نہ کھیلیں اور قوم نے جو فیصلہ پاکستان قومی اتحاد کے حق میں بلیٹ پیپر، بائیکاٹ اور مکمل ہڑتال کی صورت میں دیا ہے اسے تسلیم کر لیں۔ قومی اتحاد نے تین اصولی اور جائز مطالبے کیے ہیں (بھٹو صاحب کی اقتدار سے دستبرداری، چیف الیکشن کمشنر کا استعفےٰ اور دوبارہ نگران حکومت کی سرکردگی میں آزادانہ انتخابات کا انعقاد) انہیں تسلیم کر لینے میں کوئی عار اور سبکی نہیں ہے۔ سبکی اگر ہے تو غلط بات پر ڈٹ جانا ہے۔

اور اگر وہ یہ سمجھتے ہیں کہ پاکستان قومی اتحاد کے جیالے رہنماؤں اور کارکنوں کو وہ لالچ، دھونس، دھاندلی سے دبانے میں کامیاب ہو جائیں گے تو یہ ان کی خام خیالی ہے۔ بکنے جھکنے اور دبنے والے ایک ایک کر کے حکمران پارٹی کی صفوں میں چلے گئے ہیں قومی اتحاد میں اب نہ کوئی بکنے والا ہے، نہ جھکنے والا ہے اور نہ دبنے والا ہے۔!!

دو اشک ہی بہت ہیں گر کچھ اثر کریں

احمد حسین کمال

سوویت مصری تعلقات کی سماجی و معاشی بنیادیں

صدر ناصر کے دست راست محمد حسنین ہیکل کا ایک تازہ انٹرویو

گذشتہ دنوں عراق کے ایک ممتاز اخبار "الفکر الجدید" نے صدر ناصر مرحوم کے دست راست اور ان کی کابینہ میں وزیر اطلاعات اور مصر کے سرکاری اخبار الاہرام کے ایڈیٹر اور صدر ناصر کے حیات نگار جناب محمد حسنین ہیکل کا ایک انٹرویو شائع کیا تھا اس انٹرویو میں جناب حسنین ہیکل نے جہاں سوویت مصری تعلقات کے ابعاد اہم گوشوں میں روشنی ڈالی ہے۔ وہاں ان دونوں ملکوں کے تعلقات کی سماجی و معاشی بنیادوں کی بھی نشاندہی کی ہے۔ ذیل میں یہ انٹرویو حاضر ہے۔

ہیکل نے کہا ۱۹۵۲ء کے انقلاب کے نتیجہ میں مصر میں قائم ہونے والی حکومت اپنی نوعیت کی وجہ سے سوویت یونین کو ایک نئے انداز سے دیکھتی تھی۔ اور اس کی سامراج دشمنی اور عرب دنیا پر اس کے اثر کی قائل ہوتی جا رہی تھی۔ اسی زمانے میں اسوان ڈائم کا معاملہ بھی زیر غور تھا۔ امریکہ یہ سمجھتا تھا کہ وہ اسوان ڈیم کی تعمیر میں مدد دے کر ایک بار مصر کو اپنے احکامات کا تابع بنا سکے گا۔ جہاں تک ہتھیاروں کی فراہمی کا تعلق ہے امریکہ کی جانب سے اسوان ڈیم کی تعمیر میں مدد دینے کی پیش کش واپس لینے کا معاملہ براہ راست ہتھیاروں کی فراہمی سے تعلق رکھتا تھا۔

یہ بات قابل ذکر ہے کہ امریکیوں نے اپنی سروے رپورٹ میں اسوان بند کی تعمیر کو نہ صرف سو فیصد درست منصوبہ قرار دیا تھا، بلکہ اسے مصری معیشت بالخصوص زراعت کی ترقی کے لئے انتہائی اہم اور معاشی طور پر سودمند قرار دیا تھا۔ لیکن جمال ناصر نے سوویت یونین سے ہتھیار خریدنے کا معاہدہ توڑنے سے انکار کر دیا اور اس طرح امریکہ نے اسوان بند کی تعمیر میں مدد دینے کی پیش کش واپس لے لی۔ پھر جب صدر ناصر نے نہر سوئز کو قومی ملکیت میں لے لیا تو ۱۹۵۶ء کی جنگ سوئز ہوئی۔ جس میں مصر کے خلاف (برطانیہ، فرانس اور اسرائیل نے) سہ فریقی جارحیت کی۔ ان تمام چیزوں سے ایک طرف تو مصر کا سامراج دشمن موقف مضبوط ہو گیا۔ اور دوسری طرف مصر کو سوویت یونین کی مستحکم حمایت حاصل ہو گئی۔ اس کے علاوہ "جنگ سوئز" مصری حقیقتوں کے سماجی پس منظر کو ظاہر کر دیا۔

مصری حقیقتوں کے سماجی پس منظر کی وضاحت کرتے ہوئے جناب ہیکل نے بتایا کہ ناصر پہلے ہی سے سوچ رہے تھے کہ آخر مصر کا مالک کون ہے؟ یہ اس وقت خاص طور سے بہت سنگین صورت اختیار کر گیا جب صدر ناصر کو یہ بتایا گیا کہ مصر کے سب سے بڑے بنک "بنک مصر" سمیت تمام مصری بنک مصر کے معاشی منصوبوں کو مالی مدد نہیں دے رہے ہیں۔ اور مصری معیشت میں سرمایہ کاری کو روکنے کی ہر ممکن کوشش کر رہے ہیں۔ نہر سوئز کمپنی کو قومی ملکیت میں لینے سے پہلے کسی کو بھی اس صورت حال کا صحیح اندازہ نہیں تھا۔ اس کمپنی کو قومی ملکیت میں لینے کے بعد جب اس کی دستاویزات دیکھ کر مصری بنکوں کے ساتھ اس کمپنی کے تعلقات کی نوعیت کا اندازہ ہوا۔ برطانوی، فرانسیسی، بلجیئن اور دوسری غیر ملکی کمپنیوں کو مصری انضباط میں لینے کے فیصلے سے مزید نئے حقائق کا انکشاف ہوا۔ مثال کے طور پر برطانوی فرم برٹیڈ فورڈ مصری کمپنی کزالہ وار کے ۲۵ تا ۳۷ فیصد حصص کی مالک تھی۔ اس لئے اس کمپنی کو فوراً قومی ملکیت میں لے لیا گیا۔ جس سے ریاستی شعبے کے قیام کی طرف پہلا قدم اٹھانا ممکن ہوا۔

۱۹۵۶ء کی جنگ کے بعد سے سامراج کے ساتھ معاندانہ اور سوویت یونین کے ساتھ مثبت رویہ مصری پالیسی کی نمایاں خصوصیت رہی اور اس طرح اسوان بند کی تعمیر اور ہتھیاروں کی خریداری کے سلسلے میں سوویت یونین کے ساتھ معاہدے ہوتے اور نئی حکومت کی سیاسی سمت کا واضح طور پر تعین ہو گیا۔ اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ ۱۹۵۷ء میں سوویت یونین اور مصر کے درمیان مفاہمت گہری ہوتی گئی۔

مصر کے داخلی معاملات میں سوویت یونین کی عدم مداخلت کی پالیسی کا ذکر کرتے ہوئے حسنین ہیکل نے کہا کہ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ سوویت رہنما مصری وفود کے ساتھ مذاکرات کے دوران میں اپنے ملک کے تجربات بیان کرنے میں گہری توجہ دیتے تھے تاکہ وہ شخص جس کے ساتھ وہ بات کر رہے ہیں اپنی رائے خود قائم کر سکے۔ وہ کبھی بھی عرب ملکوں کی داخلی صورت حال پر بات نہیں کرتے تھے۔ سوائے ان چند ایک مواقع کے جب صورت حال کی نشوونما کا شدید تقاضا ہوتا تھا۔ مجھے یہ بھی یاد ہے کہ سوویت رہنماؤں نے صدر سادات کے ساتھ بھی کبھی مصر کی داخلی سیاسی قوتوں یا وقتاً فوقتاً سوویت یونین کے خلاف چلائی جانے والی پروپیگنڈہ مہم پر بات نہیں کی ہے۔

سوویت تجربے نے مصری قیادت کو اہم ترقی کو دیکھنے میں مدد دی ہے۔ مجھے یاد ہے کہ ایک بار جب

ہم ماسکو کے دورے سے واپس آ رہے تھے تو راستے میں ہوائی جہاز میں بیٹھے میرے اور جمال ناصر کے درمیان گفتگو کا موضوع سوویت تجربہ تھا۔ اور ہم سمجھ رہے تھے کہ سوویت تجربے پر گہری توجہ دینی چاہیے کیونکہ سوویت یونین نے سائبیریا کزاخستان، وسطی ایشیا اور مجموعی طور پر پورے ملک میں زبردست کامیابیاں حاصل کی ہیں اور ماضی کے اس پسماندہ ملک نے خلائی دوڑ میں امریکہ کو پیچھے چھوڑ دیا ہے اور کئی دوسرے کارنامے انجام دیئے ہیں۔

ایک اور سوال کا جواب دیتے ہوئے حسنین ہیکل نے بتایا کہ جمال ناصر کو یقین تھا کہ آخری تجزیے میں سوویت یونین ہمیں اپنے مقاصد کے حصول میں ہر قسم کی مدد دے گا اور ناصر کے لئے یہ ایک ناقابل تردید حقیقت تھی۔ وہ جانتے تھے کہ سوویت یونین ان کو یہ ہتھیار دے دے گا جنکی مدد سے یہ جدوجہد کر سکے۔ ان کی نظر میں بعض عوامل اور حالات ایسے تھے جن پر غور کرنا ضروری تھا۔ اوّل یہ کہ سوویت یونین عالمی رائے عامہ پر خاص توجہ دیتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ کوئی بھی قدم اٹھانے سے پہلے رائے عامہ کو ہموار کرنا ضروری ہے۔ اور دوسرا یہ کہ سوویت یونین چاہتا ہے کہ وہ لوگ اس کے اقدامات کو سمجھیں، جن سے متعلق یہ اقدامات وہ کر رہا ہے۔ سوویت یونین اس بات کو اپنی ذمہ داری سمجھتا ہے کہ وہ صرف لوگوں کی مدد ہی نہ کرے۔ بلکہ انہیں یہ بھی بتا دے کہ وہ ان کی مدد کیوں کر رہا ہے۔ اور وہ یہ مدد اشد ضرورت کی وجہ سے دے رہا ہے۔

سوویت، مصری تعلقات کے مسائل کا ذکر کرتے ہوئے حسنین ہیکل نے بتایا کہ ان دونوں ملکوں کے تعلقات کا ایک مسئلہ یہ تھا کہ یہ تعلقات ناصر کے زمانے میں بھی اور سادات کے زمانے میں بھی سربراہوں کی سطح تک محدود تھے۔ سوویت یونین کا دورہ کرنے والے بہت سے وفود سوویت حقیقتوں کو ان کی اصل روح کے مطابق نہیں سمجھ پاتے تھے۔ ان وفود کے ارکان یہ نہیں دیکھ پاتے تھے کہ وہ ایک ایسے معاشرے کو دیکھ رہے ہیں جہاں طبقاتی امتیازات ختم کر دیئے گئے ہیں۔ اس قسم کے سماج کو صحیح طور پر سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ اسے ممکن حد تک وسیع پیش منظر میں دیکھا جائے۔ تبھی تعلیم، صحت، رہائشی سہولتوں کی فراہمی اور عوام کا معیار زندگی بلند کرنے کے سلسلے میں حاصل کی جانے والی کامیابیوں کو محسوس کیا جا سکتا ہے اگر یہ بات نہیں سمجھی گئی تو جیسا کہ ہمارے وفود کے بعض ارکان کی صورت میں ہوا۔ اس قسم کی باتیں سننے میں آئیں کہ اگر ہم دونوں ملکوں کی آبادی کے فرق کو دیکھیں تو مصر میں کاروں کی تعداد زیادہ ہے۔ مجھے یاد ہے اعلیٰ عہدیدار بھی اس قسم کی باتیں کرتے تھے۔ مگر وہ بھول جاتے ہیں کہ ہمارے سماج کے مراعات یافتہ طبقے سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور ان کے اور ایک عام مصری کے درمیان بہت بڑا بعد ہے۔ جہاں تک کاروں اور قیمتی لباس کا تعلق ہے۔ وہ سوویت یونین کے مزدوروں اور کسانوں کی معیار زندگی کے ساتھ مصر کے مزدوروں اور کسانوں کے معیار زندگی کا موازنہ نہیں کرتے ہیں اور اسی طرح مصر اور سوویت یونین کے عوام کے عام معیار زندگی میں فرق کو بھی نہیں دیکھتے ہیں۔ سوویت سماج کی ماہیت کو سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ سوویت یونین کے عام آدمی اور مصر کے عام آدمی کے معیار زندگی کو پیش نظر رکھا جائے۔ اور اس کے موجودہ معیار زندگی کا انقلاب سے قبل کے معیار زندگی کے ساتھ موازنہ کیا جائے۔ اگر ہم مغربی یورپ کے حوالے سے بھی دیکھیں تو سوویت یونین نے زبردست ترقی کی ہے۔

ایک سوال کے جواب میں حسنین ہیکل نے کہا کہ اکتوبر ۱۹۷۳ء کی جنگ کے بعد سوویت یونین کے خلاف شروع ہونے والی مہم میرے لئے ناقابل فہم ہے۔ اکتوبر ۱۹۷۳ء کی جنگ میں فوجی نقطۂ نظر سے ہم نے کئی اہم کامیابیاں حاصل کی تھیں اور یہ کامیابیاں ہمیں دو چیزوں کی بدولت یعنی فوجیوں اور ہتھیاروں کی طفیل حاصل کی تھیں اور یہ ہتھیار ظاہر ہے سوویت یونین ہی سے ملے تھے۔ اس لئے یہ بات عجیب سی لگتی ہے کہ اکتوبر کی جنگ میں حاصل ہونے والی کامیابیوں کا تو زور و شور سے چرچا کیا جائے اور سوویت یونین کی امداد کی اہمیت کو گھٹایا جائے۔ اس سلسلے میں اسوان بند کے حوالے سے سوویت یونین کے خلاف کئے جانے والے پروپیگنڈہ کے گھٹیا پن کا ذکر کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ یہ عجیب بات ہے کہ ہمارے عوام کو بالکل اچانک یہ بتایا جا رہا ہے کہ ہمارے مسائل اور مشکلات کا مثلاً قاہرہ میں پانی کی آلودگی کا سبب اسوان بند ہے۔ جب کہ حقیقت یہ ہے کہ اسوان بند وہ واحد معاشی منصوبہ ہے۔ جس کے تعمیراتی اور فنی پہلو پر مشرق اور مغرب دونوں جگہ وسیع پیمانے پر غور کیا گیا تھا۔ اس مخالفانہ مہم کا مقصد صرف سوویت مصری تعلقات کو بگاڑنا اور سوویت امداد کی اہمیت کو گھٹانا ہی نہیں بلکہ اس کا رخ خود اسوان بند کے خلاف ہے۔ اسوان بند مصر کا ایک عظیم کارنامہ اور ہمارے عوام کے لئے باعث افتخار ہے۔ اسوان بند پر حملہ دراصل اپنی صلاحیتوں اور ان صلاحیتوں کی مدد سے مشکلات پر قابو پانے اور عظیم کارنامے انجام دینے کے عزم پر حملہ ہے۔

سوویت، مصری تعلقات کے مستقبل کے بارے میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے حسنین ہیکل نے کہا کہ اس سلسلے میں جو لوگ قنوطیت کا شکار ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ شاید انہیں اس سلسلے میں کچھ پسپائی نظر آتی ہے۔ اس ضمن میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ گذشتہ ستمبر میں عرب سوشلسٹ یونین کی تنظیم نو کے سلسلے میں جاری ہونے والی دستاویز پر بحث ہمارے ملک میں موجود مختلف قوتوں کے درمیان تعلقات کو ظاہر کرنے والا ایک اچھا پیمانہ ہے۔

اگر دنیائے عرب کی بعض روایتی قوتوں کا کردار بڑھ گیا ہے تو میں اسے کوئی بہت بڑا خطرہ نہیں سمجھتا کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ اس بحث کے دوران میں ان قوتوں کی نمائندگی کرنے والے عناصر یہ شکایت کر رہے تھے کہ ان پر فلاں نقطۂ نظر نافذ کر دیا گیا ہے اور اب وہ خود ترقی پسند قوتوں پر اپنا حکم چلاتے ہیں۔ بعض لوگ یہ دعوے کر رہے ہیں اگر انہوں نے کچھ اور دباؤ ڈالا تو مصر پر فیصلہ کن اثر ڈال سکتے ہیں۔ عرب سوشلسٹ یونین کی تنظیم نو پر بحث کے دوران مزدوروں کسانوں طلبائ اور دانشوروں نے غیر منظم ہی سہی مگر کھلی کوشش کی کہ ۱۹۵۵ء میں اختیار کی جانے والی ترقی پسندانہ پالیسی کے ساتھ اپنے آپ کو وابستہ رکھیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ مصر کی ترقی پسندوں کو نہ تو شکست دی جا سکتی ہے۔ اور نہ ہی انہیں جھکایا جا سکتا ہے۔ زیادہ سے زیادہ ان کے لئے مشکلات پیدا کی جا سکتی ہے۔ مگر مصر کو واپس ماضی میں لے جانا ناممکن ہے۔ اس سلسلے میں میں کچھ اعداد و شمار پیش کرنا چاہتا ہوں۔ جنہیں نظر انداز نہیں کیا جا سکتا ہے۔

۱۹۵۲ء میں انقلاب کے وقت مصر میں مزدوروں کی تعداد ڈھائی لاکھ تھی۔ جو اب بڑھ کر ۲۵ لاکھ ہو گئی ہے۔ اس کے علاوہ گذشتہ پندرہ سال سے ہم اپنے جوانوں کو ترقی پسند منشور میں واضح کئے جانے والے اصولوں کے مطابق تعلیم دے رہے ہیں۔ نوجوانوں کو معلوم ہے کہ یہی اصول ان کے مفادوں کی تکمیل کرتے ہیں۔ اور اب اپنی ترقی اور مفادوں پر نوجوانوں کے

یقین کو تباہ کرنا ناممکن ہے۔ وہ تمام لوگ جو مصر میں ترقی پسند قوتوں کے خلاف سرگرم عمل ہیں کسی استثناء کے بغیر ایک غلط کردار ادا کر رہے ہیں۔ مصر کی ترقی پسند تحریک مری نہیں ہے۔ بلکہ وہ سست رفتاری کے ساتھ سہی آگے بڑھ رہی ہے، یہی وجہ ہے کہ میں سوویت، مصر تعلقات کے مستقبل کے بارے میں پر امید ہوں۔ میں دیکھتا ہوں کہ عرب ملکوں کی قومی تحریک کے حامی کی حیثیت سے سوویت یونین کی جگہ کوئی دوسرا نہیں لے سکتا ہے۔

بقیہ: تقریر مولانا عبید اللہ انور

انھوں نے سیاسیات کے اتار چڑھاؤ دیکھے ہیں۔ سید عطا اللہ شاہ بخاریؒ کی صحبت سے مستفید ہوئے ہیں، مولانا محمد علی جوہر، مولانا شوکت علیؒ مولانا حسین احمد مدنیؒ اور دیگر اعاظم رجال کا دور دیکھا ہے یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے ہندوستان میں اسلام کا علم جھکنے نہیں دیا۔ تم کیا اور تمہارے اعوان و انصار کیا تمہارے بڑے تو ہمیشہ انگریز کی چوکھٹ پر جبیں سائی کرتے رہے۔ تمہارے والد انگریزوں کے خطاب یافتہ اور ملت اسلامیہ کے مفاد کے خلاف کام کرتے رہے۔ ہمارے اکابر اس وقت بھی انگریز کے غدار تھے آج بھی انگریز کی معنوی اولاد کے غدار ہیں۔ کل بھی ہمارے اکابر خدا رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے وفادار تھے آج بھی وفادار ہیں ہمیں اپنی وفاداریوں کے لیے تم سے کوئی سرٹیفکیٹ لینے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ تاریخ بتائے گی کہ کون کس کا وفادار تھا اور کون کس کا غدار ؟

مَیں کہتا ہوں کہ اس ملک میں تمہارے لیے کوئی گنجائش نہیں ہے۔ یہ ملک بے بہا قربانیوں کے بعد حاصل کیا گیا تھا، اس میں خدا اور رسول کے باغیوں کے لیے کوئی گنجائش نہیں ہے۔ ہم نے پانچ سال تک صبر کیا، لیکن تم نے کوئی سبق حاصل نہ کیا۔ اب ہم سر پر کفن باندھ کر نکلے ہیں، انشاء اللہ جیت ہماری ہوگی اور تمہیں بھاگنا پڑے گا۔

و آخر دعوانا عن الحمد للہ رب العالمین

انتخابات کالعدم قرار دیئے جائیں، وزیر اعظم اور الیکشن کمیشن مستعفی ہوں!

پاکستان قومی اتحاد کا مطالبہ

وزیر اعظم بھٹو سے بات چیت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، پاکستان قومی اتحاد کے صدر مولانا مفتی محمود کی

پریس کانفرنس

پاکستان قومی اتحاد نے مطالبہ کیا ہے کہ ۷ اور ۱۰ مارچ کے قومی اور صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات کو کالعدم قرار دے کر وزیر اعظم بھٹو اور الیکشن کمیشن کے ارکان فوری طور پر مستعفی ہو جائیں۔ اور صدر مملکت پوری قوم کو اعتماد میں لے کر نئی نگران حکومت تشکیل دیں اور قومی اتحاد کو اعتماد میں لے کر نیا الیکشن کمیشن قائم کیا جائے۔ جو عدلیہ اور فوج کی اعانت سے آزادانہ، منصفانہ اور غیر جانبدارانہ انتخابات کا فوری اہتمام کرے۔ ان مطالبات کے تسلیم نہ ہونے کی صورت میں پاکستان قومی اتحاد کی جنرل کونسل نے فیصلہ کیا ہے کہ ۱۴ مارچ سے پورے ملک میں احتجاجی مظاہروں کا اہتمام کیا جائے گا۔ اور یہ مظاہرے اس وقت تک جاری رہیں گے۔ جب تک عوام کے ان جائز آئینی اور مبنی برحق مطالبات کو تسلیم نہیں کر لیا جاتا۔ قومی اتحاد کی جنرل کونسل نے یہ فیصلہ اپنے گزشتہ رات کے اجلاس میں کیا تھا۔ جو قومی اتحاد کے سربراہ مولانا مفتی محمود کی صدارت میں رات ۱۰ بجے شروع ہوا۔ اور ۲ بجے تک جاری رہا تھا۔ اجلاس میں قومی اتحاد میں شامل تمام جماعتوں کے قائدین نے شرکت کی تھی۔ قومی اتحاد کے سربراہ مولانا مفتی محمود نے آج ایک پریس کانفرنس میں جنرل کونسل کے فیصلوں سے آگاہ کرتے ہوئے کہا۔ کہ اب وزیر اعظم بھٹو سے بات چیت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ کیونکہ یہ ہمارا مسئلہ نہیں ہے۔ بلکہ پوری قوم کا مسئلہ ہے۔ اس لئے موجودہ حکومت سے بات چیت خارج از امکان ہے۔ اس پریس کانفرنس میں ریٹائرڈ ایئر مارشل اصغر خان، نوابزادہ نصر اللہ خان، مولانا شاہ احمد نورانی، سردار شیر باز مزاری، مولانا جان محمد عباسی، بیگم نسیم ولی خان، مسٹر رفیق احمد باجوہ، ملک محمد قاسم، مولانا عبد الستار نیازی، امیر حبیب اللہ سعدی، مولانا فتح محمد، اور محمد اشرف بھی شریک تھے۔ مولانا مفتی محمود نے کہا کہ پاکستان قومی اتحاد کی جنرل کونسل کا اجلاس ملک میں عام انتخابات کے دوران ہونے والے تمام سنگین واقعات کا تجزیہ کرنے کے بعد اس نتیجے پر پہنچا ہے کہ حزب اختلاف گزشتہ پانچ سال میں ہونے والے ضمنی انتخابات کے پیش نظر حکمران طبقے کے آزادانہ اور منصفانہ انتخابات منعقد کرانے کے دعووں کے بارے میں [illegible] نہیں تھی۔ لیکن ملک کے جمہوری [illegible] کا چیلنج منظور کر لیا گیا۔ انتخابی مہم کے آغاز پر ہی برسر اقتدار افراد کو معلوم ہو گیا کہ وہ عوامی تائید سے کاملاً محروم ہو چکے ہیں۔ پاکستانی عوام نے جس جوش اور جذبے کے ساتھ پاکستان قومی اتحاد کے جلسوں اور جلوسوں میں شرکت کی۔ اس سے یہ حقیقت واضح ہو گئی۔ کہ آزادانہ انتخابات کی صورت میں پاکستان قومی اتحاد کا اکثریت حاصل کرنا یقینی ہے۔ چنانچہ بوکھلاہٹ اور اضطراب کے عالم میں حکومت نے ملک کے مختلف حلقہ ہائے انتخابات میں قومی اتحاد کے امیدواروں اور اہم کارکنوں پر قاتلانہ حملے کرائے۔ انہیں جھوٹے مقدمات میں ملوث کرنے اور ان کے گھروں پر چھاپے مارنے اور انہیں گرفتار کرنے کا سلسلہ شروع کر دیا۔ تجویز کنندگان اور تائید کنندگان کو اغوا کیا گیا۔ ان کارروائیوں سے حلقہ ہائے انتخاب میں خوف و دہشت کی فضا قائم کرنے کی کوششیں کی گئیں۔ پیپلز پارٹی کے امیدواروں کو بلا مقابلہ منتخب کرانے کے لئے پولیس فیڈرل سیکورٹی فورس اور انتظامیہ کے افسران نے ہمارے امیدواروں کو جبراً کاغذات نامزدگی داخل کرانے سے روکا۔ جن امیدواروں کی درخواستیں واضح ثبوت کی بنا پر بحال کی گئیں۔ ان حلقوں میں بھی ان سنگین جرائم کے مرتکب ہونے والے افسران کے خلاف کوئی کارروائی نہ الیکشن کمیشن کی طرف سے کی گئی۔ اور نہ حکومت نے ان کا محاسبہ کیا۔ انتظامیہ نے اکثر و بیشتر حلقہ ہائے انتخابات میں سرکاری اثر و رسوخ اور وسائل پیپلز پارٹی کے امیدواروں کے لئے استعمال کئے۔ انہیں سرکاری جیپیں مہیا کی گئیں۔ ان میں سے کئی جیپیں ہم نے پکڑیں۔ مولانا مفتی محمود نے کہا کہ حکمران جماعت کے مشوروں سے پولنگ سٹیشن بنائے گئے۔ جو قانونی تقاضوں کے سراسر خلاف ہے۔ پھر دریا کے پار سات سات میل دور پولنگ سٹیشن بنائے گئے۔ جہاں پہنچنے کا کوئی راستہ نہ تھا۔ انتخابات کا نگران عملہ انہیں امیدواروں کے مشورے سے متعین کیا گیا۔ ان تمام بے قاعدگیوں اور سرکاری مداخلت کے بارے میں ہمارے امیدواروں نے بار بار تاروں کے ذریعے الیکشن کمیشن کو اطلاع دی۔ اور قومی اتحاد کے رہنماؤں نے پریس کانفرنسوں میں ان شکایات کا ذکر کیا۔ لیکن الیکشن کمیشن نے آزادانہ انتخابات کے انعقاد کے بارے میں مسلسل یقین دہانیوں کے باوجود اپنی آئینی ذمہ داریاں پوری نہیں کیں۔ اور ہماری شکایتوں کا کوئی نوٹس نہیں لیا۔ قومی اتحاد کے سربراہ نے پولنگ کے دوران انتخابی بدعنوانیوں اور دھاندلیوں کا ذکر کرتے ہوئے کہا۔ پولیس اور فیڈرل سیکورٹی فورس کی جانب سے خوف و ہراس پیدا کیا گیا۔ قومی اتحاد کے پولنگ ایجنٹوں کو پولنگ سٹیشنوں سے زبردستی نکالا گیا۔ بعض پولنگ سٹیشنوں پر ہمارے پولنگ ایجنٹوں کو محبوس رکھا گیا۔ مسلح غنڈے پولنگ سٹیشنوں کے اندر اور باہر دندناتے رہے۔ اکثر حلقوں میں بیلٹ بکس اٹھا لئے گئے۔ قومی اتحاد کے پولنگ ایجنٹوں کو گنتی کے سرٹیفکیٹ نہیں دیئے گئے۔ اور اپنے ریکارڈ پر پولنگ ایجنٹوں کے زبردستی دستخط کرائے گئے۔ جہاں پریذائڈنگ آفیسروں نے پولیس کے ساتھ اس زیادتی میں تعاون

سے انکار کیا۔ وہاں انہیں جبراً خاموش کر دیا گیا۔ اور بیلٹ پیپروں پر خود مہریں لگا کر بیلٹ بکس بھر دیئے گئے۔ ایسے پولنگ سٹیشنوں کے بارے میں جہاں گنتی مکمل نہیں ہوئی تھی۔ ریڈیو اور ٹیلی ویژن سے نتائج کا اعلان کر دیا گیا۔ کچھ حلقوں میں ۱۰ مارچ کے صوبائی اسمبلی کے انتخاب کے سلسلے میں پہلے سے تیار کردہ نتائج ۷ مارچ کو ہمارے قومی اسمبلی کے امیدواروں کے حوالے کر دیئے گئے۔ پیپلز پارٹی کے جانے پہچانے کارکنوں کو بازوؤں پر سپیشل پولیس کے پٹے باندھ کر پولنگ سٹیشنوں کے اندر اور باہر تعینات کیا گیا۔ جو ہمارے ووٹروں کو ہراساں کرتے رہے۔ اور کھلم کھلا جعلی ووٹ بیلٹ بکسوں میں ڈالتے رہے۔ اسلحہ نہ صرف بڑے پیمانے پر تقسیم کیا گیا۔ بلکہ اسے پولنگ سٹیشنوں پر بے دریغ استعمال کیا گیا جس کے نتیجے میں ہمارے بے شمار کارکن شہید کر دیئے یا زخمی ہو گئے۔ زنانہ پولنگ سٹیشنوں پر پیپلز پارٹی کے فراہم کردہ جعلی بیلٹ پیپر بڑے پیمانے پر بھگتائے گئے۔ انہیں پولیس فیڈرل سیکورٹی فورس اور پولنگ کے عملے کا پورا تعاون اور تحفظ حاصل تھا۔ قومی اتحاد کی خواتین ووٹرز کو دھکے دیئے گئے۔ اور انہیں بے عزت کیا گیا۔ اور ان کے کپڑے تک پھاڑ دیئے گئے۔ اور اس طرح انہیں ووٹ دینے کے حق سے محروم کر دیا گیا۔ اس تمام کارروائی میں غنڈے باقاعدہ زنانہ پولنگ سٹیشنوں پر پہلے سے اندر موجود تھے۔ اور کئی پولنگ سٹیشنوں پر پہلے سے بھرے ہوئے بکس پہنچائے گئے۔ اور گنتی میں شامل کئے گئے۔

مولانا مفتی محمود نے کہا کہ پاکستان قومی اتحاد اپنی قوم کا شکر گزار ہے۔ کہ اس نے صوبائی اسمبلیوں کے موقع پر پولنگ سٹیشنوں کا مکمل مقاطعہ کر کے ہمارے دعووں کی صداقت کا ناقابل تردید ثبوت مہیا کیا۔ اور اس طرح ۱۱ مارچ کو ملک بھر میں کامیاب ہڑتال کر کے ہمارے الزامات پر مہر توثیق کر دی۔ انہوں نے کہا کہ اس صورت حال کے بعد ہمارے منتخب ہونے والے اراکین اسمبلی سے مستعفی ہونے کا فیصلہ کیا ہے۔

ان حالات میں جناب ذوالفقار علی بھٹو بطور وزیر اعظم نگران حکومت اور الیکشن کمیشن عام انتخابات کے بارے میں اپنی آئینی ذمہ داریاں پوری کرنے میں ناکام بری طرح ہوئے ہیں۔ اور پاکستانی عوام کے اعتماد سے یکسر محروم ہو چکے ہیں اس لئے مرکزی کونسل مطالبہ کرتی ہے کہ بھٹو صاحب اور الیکشن کمیشن کے ارکان فوری طور پر مستعفی ہو جائیں۔ اور ۷ اور ۱۰ مارچ کے قومی اور صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات کالعدم قرار دیئے جائیں۔ نیا الیکشن کمیشن قومی اتحاد میں لے کر تشکیل دیا جائے۔ یہ الیکشن کمیشن عدلیہ اور فوج کی اعانت سے آزادانہ اور منصفانہ اور غیر جانبدارانہ انتخابات کا فوری اہتمام کرے۔ ان مطالبات کے تسلیم نہ ہونے کی صورت میں قومی اتحاد کی جنرل کونسل نے فیصلہ کیا ہے۔ کہ ۱۴ مارچ سے پورے ملک میں احتجاجی مظاہروں کا اہتمام کیا جائے گا۔ اور یہ مظاہرے اس وقت تک جاری رہیں گے۔ جب تک عوام کے ان جائز آئینی اور مبنی برحق مطالبات کو تسلیم نہیں کر لیا جاتا۔

بعد ازاں قومی اتحاد کے سربراہ نے اخبار نویسوں کے سوالات کا جواب دیتے ہوئے کہا۔ ہم موجودہ حکومت کے مستعفی ہونے کے بعد جس نگران حکومت کا مطالبہ کر رہے ہیں اسے صدر مملکت نامزد کرے گا۔ اور یہ حکومت صرف ہمارے نہیں بلکہ پوری قوم کو اعتماد میں لے کر بنانا ہوگی۔ کیونکہ اب یہ صرف ہمارا مسئلہ نہیں رہا ہے

ایک سوال کے جواب میں انہوں نے کہا کہ۔ حکومت سے بات چیت کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ کیونکہ مسٹر بھٹو کی ذات پر پوری قوم کا اعتماد ختم ہو چکا ہے۔ انہوں نے ملکی معیشت کو بری طرح تباہ کیا ہے۔ اور مزدوروں کسانوں کو ستایا ہے۔ انہوں نے کہا۔ ہم بھٹو صاحب سے کوئی مذاکرات نہیں کریں گے۔ مولانا مفتی محمود نے بتایا۔ کہ مظاہروں کے سلسلے میں آج کے اجلاس میں پروگرام بنایا جائے گا۔ اور ان مظاہروں کی قیادت قومی اتحاد کے قائدین کریں گے۔ جب ان سے پوچھا گیا کہ آپ کے مظاہرے دفعہ ۱۴۴ کی خلاف ورزی نہیں ہوں گے۔ تو انہوں نے جواب دیا۔ کہ دفعہ ۱۴۴ لگانا غیر آئینی ہے۔ جب ایک نامہ نگار نے ان کی توجہ اس امر کی طرف مبذول کرائی کہ قومی اتحاد نے دفعہ ۱۴۴ کے نفاذ کو عدالت عالیہ میں چیلنج کر رہا ہے، تو وہ فیصلے کا انتظار کرے گا۔ انہوں نے اس کا جواب نفی میں دیا۔ اور کہا ہم عدالت میں دفعہ ۱۴۴ کے نفاذ کو چیلنج کرنے کے ساتھ ساتھ مظاہروں کا پروگرام جاری بھی رکھیں گے۔ ایک سوال کے جواب میں مولانا مفتی محمود نے بتایا۔ کہ قومی اتحاد میں قیوم لیگ کی شمولیت کے بارے میں ابھی کوئی بات چیت نہیں ہوئی۔ اور ہمارے نو ستارے قائم رہیں گے۔ ان میں اضافہ نہیں ہوگا۔ قیوم لیگ مسلم لیگ میں ضم ہو جائے اور اس سلسلے میں بات چیت مسلم لیگ اور قیوم لیگ کا معاملہ ہے۔ ہمارا اس میں کوئی دخل نہیں تاہم کل ٹانک میں جس جلوس پر فائرنگ کی گئی ہے اس میں قیوم لیگ کے کارکن بھی شامل تھے۔

مولانا مفتی محمود نے آج قومی اتحاد کے مرکزی دفتر میں موصول ہونے والی گرفتاریوں کی اطلاع سے اخبار نویسوں کو آگاہ کرتے ہوئے بتایا کہ حکومت نے وسیع پیمانے پر ہمارے کارکنوں کی گرفتاریوں کا سلسلہ شروع کر دیا ہے۔ کل پشاور میں سارا دن فائرنگ ہوتی رہی۔ اور آنسو گیس استعمال ہوئی جس سے ۵۴ افراد زخمی ہوئے۔ سرحد میں ہمارے صوبائی اسمبلی کے امیدواروں کو گرفتار کیا جا رہا ہے۔ لاہور میں جن کارکنوں کو گرفتار کیا گیا ہے۔ انہیں شاہی قلعہ میں رکھا گیا ہے۔ ٹانک میں ۴۰ افراد گرفتار کئے گئے۔ اور راولپنڈی میں آج ہی ہماری ایک خاتون کی گرفتاری کی اطلاع ملی ہے۔ کوہاٹ سے بھی قومی اتحاد کے کارکنوں کی گرفتاری کی خبر ملی ہے۔ پریس کانفرنس میں مسٹر رفیق احمد باجوہ نے تنصور۔ پی پی ۱۱۵ کے انتخابی حلقے کے جعلی بیلٹ پیپر بھی دکھائے۔

نمائندہ خصوصی

ہم خاک نشینوں کی ٹھوکر میں زمانہ ہے

حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوری کی مسجد میں پاکستان قومی اتحاد کے نائب صدر نوابزادہ نصراللہ خان کا بصیرت افروز خطاب

جناب صدر و معزز حاضرین و سامعین!

آپ جانتے ہیں کہ جب بھی اس برعظیم میں صرف پاکستان میں نہیں، برعظیم میں مسلمانوں پر کوئی ابتلاء اور آزمائش کا وقت آیا اور اس کا وہ مقابلہ کر سکے یا متحد ہوئے تو صرف اسلام کے نام پر۔ کم از کم جہاں تک میں نے پڑھا ہے، دیکھا ہے، سنا ہے اور عملی سیاست میں حصہ لیا ہے تو کوئی اہم مسئلہ ایسا نہیں جو مسلمانوں کے اتحاد سے حل نہ ہوا ہو۔ آپ دیکھیے۔ تحریک خلافت اسلام کے نام پر چلی، ہجرت کی تحریک اسلام کے نام پر چلی، پاکستان کی تحریک اسلام کے نام پر چلی۔ اس کے بعد تحریک ختم نبوت بھی اسلام کے نام پر چلی اور کامیاب ہوئی۔ دعوے سے کہا جا سکتا ہے کہ اس برعظیم میں کوئی ایسی تحریک نہیں اٹھی جو اسلام کے نام پر نہ چلی ہو۔

"اسلام ایک ایسا نکتہ ہے جس پر تمام قوم متحد ہو سکتی ہے۔ جب بھی اس قوم پر کوئی بُرا وقت آیا اسلام نے اس کی دستگیری کی"

پرجوش نعرے:

پاکستان کا مطلب کیا؟ لا الٰہ الا اللہ

پاکستان کا مطلب کیا؟ لا الٰہ الا اللہ

اس موقع پر نواب صاحب نے فرمایا کہ یہ وہی نعرہ ہے جو پاکستان بناتے وقت بلند کیا گیا تھا۔ قیام پاکستان کے لیے ہم نے باقاعدہ جنگ نہیں لڑی تھی، کسی فیلڈ مارشل نے، جنرل نے سپہ سالار نے اور فوج نے یہ پاکستان ہمیں لے کر نہیں دیا، بلکہ عوام نے اپنے حقوق کی جنگ لڑی اور کامیاب ہوئے۔ یہ جنگ ووٹ کے ذریعہ لڑی گئی، بلکہ جیتی گئی۔ اور میں حیران ہوتا ہوں کہ اگر انگریز بھی یہی طریقہ اختیار کرتے جو بھٹو نے کیا ہے تو پاکستان نہیں بن سکتا تھا، ہرگز نہیں بن سکتا تھا۔

اکبر کہتے ہیں:

یوں قتل سے بچوں کے وہ بدنام نہ ہوتا
افسوس کہ فرعون کو کالج کی نہ سوجھی

جناب!

اگر انتخابات کے بارے میں یہ طریقے اور یہ حربے وہ استعمال کرتے تو پاکستان نہ بنتا۔ پاکستان بننے کے بعد ہم نے کیا کیا؟ وہ عہد جو ہم نے پاکستان بناتے وقت اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیا تھا اس کو ہم نے فراموش کیا اس سے ہماری بدقسمتی کا آغاز ہوا۔ کہ وہ ملک جو اس سرزمین پر عالم اسلام کی سب سے بڑی مملکت تھی، بالآخر دو ٹکڑے ہو گئی۔ اور اس کی بھی بنیادی وجوہ ہیں سنیے: ہمارے جتنے بھی مسائل سامنے آئے صوبائی تعصبات ابھرے۔ علاقائی مسائل نے جنم لیا، ان سب کا حل ایک ہی تھا۔ کہ ہے

یکے دواست بہ دارالشفائے میکدہ ہا
چہ ہر مرض کہ بنالد کسے شراب دہد

کوئی بھی مرض ہو اس کا علاج ایک ہی تھا کہ ہم اسلام کے سایہ عاطفت میں پناہ لیں، اس کی آغوش میں پناہ لیں۔ اگر یہ علاج کیا جاتا تو جناب! بنگلہ دیش کا فتنہ نہ اٹھتا، سندھو دیش کا فتنہ نہ اٹھتا، صوبائی عصبیتوں کے فتنے نہ اٹھتے۔ یہ سب فتنے اپنی موت آپ مر جاتے پھر وہ قوم ملت واحدہ ہوتی اور وحدت ملی کی صرف یہی ایک صورت تھی کہ ہم اسلام پر پابند رہتے اور یہاں اس ملک میں نظام شریعت کو نافذ کرتے، مگر ہماری بدقسمتی کہ ہم ایسا نہ کر سکے۔

لیکن جناب!

پھر آپ نے دیکھا کہ جب ۱۹۵۸ء میں اس ملک پر آمریت مسلط کی گئی، مارشل لاء نافذ کیا گیا اور میں کہا کرتا ہوں کہ:

"جب کوئی حکمران ملک میں مارشل لاء نافذ کرتا ہے تو وہ اس ملک کے عوام کی سیاسی بصیرت اور دیانت پر عدم اعتماد کا اظہار کرتا ہے۔ وہ اپنے ملک کے عوام کو محب وطن نہیں سمجھتا وہ انہیں جاہل سمجھتا ہے اور وہ انہیں اس قابل نہیں سمجھتا کہ وہ حکومت کے نظام میں شریک ہوں"

اس آمرانہ حکومت کے دوران یہ کوشش کی گئی کہ صرف چالیس ہزار افراد، چالیس ہزار ادھر اور چالیس ہزار اُدھر۔ کل اسی افراد اس ملک کے نظام میں شریک ہو سکتے ہیں اور باقی نہیں۔ ملک میں بسنے والے کروڑوں عوام اس قابل نہ ٹھہرے کہ ووٹ دے سکیں۔

اس نظام کے خلاف بھی ہم نے مسلسل لڑائی کی اور آپ کو یہ بھی معلوم ہو گا کہ اللہ تعالیٰ کے

فضل و کرم سے آمریت کے خلاف ہماری وہ تحریک بھی کامیاب ہوئی۔ بالآخر اس ڈکٹیٹر کو، اس آمر کو ہماری وہ دو باتیں تسلیم کرنا پڑیں جن کے لیے ہم نے تحریک چلائی تھی۔

۱۔ ایک یہ کہ اس ملک میں صدارتی نظامِ حکومت کی بجائے پارلیمانی نظام حکومت ہونا چاہیے۔

۲۔ دوسرا یہ کہ براہِ راست انتخاب ہونا چاہیے بالواسطہ انتخاب نہیں۔

یعنی یہ نہیں کہ صرف چالیس ہزار بی ڈی ممبروں کو اس طرف اور چالیس ہزار بی ڈی ممبروں کو اس طرف کل اسی ہزار بی ڈی ممبروں کو ووٹ کا حق ہونا چاہیے اور دیگر عوام کو نہیں۔ ہمارے خیال میں یہ طریقہ ملک کے عوام پر عدم اعتماد کے مترادف اور ان کے شرف کی توہین تھی۔ بالآخر ہمارے مطالبات تسلیم کیے گئے۔

اور یہ بھی آپ کو معلوم ہے کہ موجودہ حکمران طبقہ کس طرف تھا۔ جس وقت ہم آمریت کے خلاف جنگ لڑ رہے تھے یہ گروہ ہمارے ساتھ ہونے کے بجائے ہمارے مخالف کیمپ میں تھا۔ اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ ہمارا ماضی اور موجودہ حکمران طبقہ کا ماضی مختلف ہے اور کوئی شخص اپنے سیاسی ماضی سے بے وفائی نہیں کر سکتا۔

نواب صاحب کے اس فقرے پر داد و تحسین کے ڈونگرے برسائے گئے اور نعرے بلند کیے گئے:

نعرہ تکبیر اللہ اکبر

پاکستان قومی اتحاد زندہ باد

نوابزادہ نصراللہ خان زندہ باد

نواب صاحب نے زوردار لہجے میں کہا:

یہ ایک حقیقت ہے، ایک اٹل بات ہے

"اور جو کچھ موجودہ الیکشن میں ہوا ہے اس پر حیرت نہیں ہونی چاہیے

یہ ان کا پرانا طریقہ ہے۔ یہ قابل حیرت بات نہیں ہے"

اور میں یہ بھی بتانا چاہتا ہوں کہ جس وقت بھٹو صاحب برسر اقتدار آئے اس وقت ملک کی کیا صورت حال تھی۔ اس وقت آدھا ملک کٹ چکا تھا۔ میں اس تفصیل میں نہیں جانا چاہتا کہ کس کی پالیسیوں کی وجہ سے، کس کی حکمت عملی کی وجہ سے اور کس کی غلط منصوبہ بندیوں کی وجہ سے یہ ملک ٹوٹا، لیکن واقعہ یہ ہے کہ ملک دو ٹکڑے ہو چکا تھا۔ اب ضرورت یہ تھی کہ بچے ہوئے عوام کو متحد کیا جاتا۔ ان میں ایک جذبہ پیدا کیا جاتا، ایک ولولہ پیدا کیا جاتا، ایک امنگ پیدا کی جاتی۔ لیکن ہوا کیا کہ انگریزوں نے جو قاعدہ حکومت کرنے کا اپنے لیے اختیار کیا تھا وہ اپنایا گیا کہ:

"لڑاؤ اور حکومت کرو"

اگر اجنبی حکمران ایسا کریں تو بات سمجھ میں آجاتی ہے۔ لیکن اگر اپنوں کی حکومت یہ سوچے کہ جناب اپنوں کو آپس میں لڑانا ہے اور حکومت کرنی ہے تو بات بنتی نہیں۔ ہوا کیا کہ سندھ میں سندھیوں کو غیر سندھیوں سے لڑایا گیا، سندھ میں سندھیوں کو مہاجروں، پٹھانوں کو اور آباد کاروں کو لڑایا گیا۔ آپ کو یاد نہیں وہاں کیا کچھ ہوا۔ وہاں قتل عام ہوا، بستیاں اجاڑ دی گئیں۔ املاک تباہ کر دی گئیں۔ اور بربریت و شقاوت کی مثال قائم کر دی گئی۔

آپ کو یاد ہو گا کہ یہیں آپ کے شہر لاہور میں موچی دروازے کے ایک جلسہ عام میں یہ طے ہوا کہ ایک وفد صورت حال معلوم کرنے کے لیے وہاں بھیجا جائے۔ میں وہاں پہونچا۔ اس وقت پورے سندھ میں آگ لگی ہوئی تھی اور بھٹو صاحب تشریف فرما تھے راولپنڈی میں، اور جس وقت سندھ میں ہم نے دورے کا آغاز کیا تو کیا پیغام لے کر پہونچے تھے ان کو متحد کرنے کا۔ ہم نے یہ آواز بلند کی بھائیوں کو از سرِ نو متحد کیا جائے۔ بھٹو صاحب کے لیے یہ چیز ناقابل برداشت تھی۔

بھٹو صاحب بعد میں وہاں پہونچے اور انہوں نے کہا:

"انہیں کیا حق پہونچتا ہے کہ پنجاب سے اٹھ کر یہاں آ گئے"

میں نے اپنے سندھ کے دورے میں کہا کہ جناب! ع

کبھی شاخ و سبزہ برگ پر کبھی غنچہ و گل خار پر!!
میں چمن میں چاہے جہاں رہوں میرا حق ہے فصل بہار پر

سامعین کی طرف بے پناہ داد اور پرجوش نعروں سے اس شعر کا خیر مقدم کیا گیا

نواب صاحب نے کہا کہ:

ہم اس ملک کے شہری ہیں۔ ہمارا اس ملک کے ایک ایک انچ پر حق ہے، ہم اس حق سے دستبردار ہونے کے لیے تیار نہیں۔ ان کی طرف سے انتشار برپا کرنے کی کوشش کی گئی، ہم نے قوم کو متحد کیا۔

میں آپ کو بتاتا ہوں کہ جب اس ملک میں مظالم کی انتہا ہو گئی جیسا کہ آپ جانتے ہیں اور آپ جلسوں میں بھی سنتے رہے ہیں۔ مجھے تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں میں ان بیانوں کو دہرانا نہیں چاہتا۔

سیاسی قتل ہوئے، اغوا ہوئے۔۔ اخبارات پر پابندی عاید کی گئی، ایڈیٹروں کو گرفتار کیا گیا، پبلشروں کو گرفتار کیا گیا، پرنٹروں کو گرفتار کیا گیا۔ اور سیاسی رہنماؤں کو تو اس طرح ذلیل و رسوا کیا گیا کہ انگریزوں کے دور میں اس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ میں نے اکثر جلسوں میں یہ کہا ہے کہ جن حالات کا سامنا بھٹو صاحب اور ان کے پیشروؤں کے دور میں ہمیں کرنا پڑا ہے ان حالات کا سامنا انگریزوں کے دور میں گاندھی جی اور قائداعظم کو بھی نہیں کرنا پڑا۔

میں حقیقت بیان کر رہا ہوں کہ اس وقت اپنے سیاسی مخالفین کو سر سے مٹا دینے کی کوشش نہیں کی گئی۔

انگریزوں نے اپنے سیاسی مخالفین کو گالیاں نہیں دی تھیں ان کو ننگا نہیں کیا تھا، ذلیل نہیں کیا تھا، شرفِ انسانی کی اس طرح توہین نہیں کی تھی جس طرح اس دور میں کیا گیا ہے کبھی ایسا نہیں ہوا۔ ہم نے ملک اور قوم کی خاطر یہ سب کچھ برداشت کیا۔

ہم چلتے رہے۔ یہ قافلہ چلتا رہا۔ ان مشکلات کے باوجود، ان تکالیف کے باوجود، ان شدائد کے باوجود۔ اس کے ساتھ ہی نواب صاحب نے اپنے مخصوص انداز میں مصحفی کا شعر پڑھا:

چلی بھی جا جرسِ غنچہ کی صدا پہ نسیم
کہیں تو قافلۂ نوبہار ٹھہرے گا!!

اس شعر پہ مجمع لوٹ پوٹ ہوگیا اور سراپا داد بن گیا۔

نواب صاحب نے فرمایا:

میں بتاتا ہوں کہ ان تمام واقعات کے بعد ہم پھر متحد ہوئے۔ کب متحد ہوئے۔؟ اس وقت متحد ہوئے جب اس ملک کا آئین بن رہا تھا۔ ہم پر یہ الزام عاید کیا جاتا رہا کہ ہم نے تعاون نہیں کیا، یا ہم سے تعاون نہیں کیا گیا۔ بھٹو صاحب سے ہمارے شدید اختلافات تھے۔ اور اس کے باوجود بھی ہم نے یہ کوشش کی کہ اگر اس کے ہاتھوں سے بھی یہ ملک بچ سکتا ہے تو اس کے ہاتھ مضبوط کیے جائیں۔ جس وقت یہ شملہ جا رہے تھے تو ہم نے انہیں اعتماد کا ووٹ دیا تاکہ یہ وہاں حوصلے اور جرات کے ساتھ بات کر سکے۔ اور اندرا گاندھی کے سامنے نہ جھکے۔ یہ ہماری حب الوطنی کا عملی مظاہرہ تھا اور آئین جس وقت بنا تو حزب اختلاف کی جماعتوں نے یو ڈی ایف کی شکل میں متحد ہو کر یہ کوشش کی کہ اس آئین میں اسلامی دفعات رکھی جائیں۔ اور میں آپ کو بتانا چاہوں گا کہ اگر ہم تعاون نہ کرتے تو وفاقی آئین نہ بنتا۔ ایک ہوتا ہے وحدانی نظامِ حکومت اور ایک ہوتا ہے وفاقی نظامِ حکومت۔ وحدانی نظام میں اکثریت جس طرح چاہے آئین بنالیں۔ مگر وفاقی نظامِ حکومت میں ایسا نہیں ہو سکتا۔ وفاقی نظامِ حکومت میں جب تک ملک کے تمام صوبوں کے نمائندے شریک نہ ہوں آئین نہیں بن سکتا۔

جیسا کہ ہمارے یہاں چار صوبے ہیں۔ بلوچستان میں پیپلز پارٹی کا ایک ممبر بھی نہیں تھا اگر حزب اختلاف تعاون نہ کرتا تو آئین نہیں بن سکتا تھا اور میں خانہ خدا میں عرض کر رہا ہوں کہ یہ ہماری ان حقیر کوششوں کا طفیل تھا کہ آئین میں اسلامی دفعات شامل کی گئیں۔ یہ ناقابلِ تردید حقیقت ہے کہ موجودہ آئین میں جو تھوڑی بہت اسلامی دفعات رکھی گئیں ہیں یہ ہماری کوششوں کا نتیجہ ہے۔ اس وقت بھی اتحاد اسی لیے کیا گیا تھا کہ ملک کا آئین بنے اور آئین میں اسلامی دفعات شامل کرائی جائیں۔

اس کے بعد میں اختصار کے ساتھ عرض کروں گا کہ بھٹو صاحب الیکشن کرانے پر کس طرح رضامند ہوئے۔ واقعہ یہ ہے کہ وہ الیکشن نہ کراتے اگر انہیں ذرہ برابر یہ تاثر ہوتا کہ اپوزیشن کی تمام جماعتیں متحد ہو جائیں گی۔ انہوں نے جتنی احتیاطی تدابیر تھیں وہ کر لی تھیں۔ انہوں نے تحریر و تقریر پر پابندی لگائی ہوئی تھی اور مسلسل پابندی۔ ان کا خیال تھا کہ اب اپوزیشن پارٹیوں کا رابطہ عوام سے کٹ چکا ہے، مردہ ہو چکا ہے۔ یہ اس قابل ہی نہیں رہی کہ الیکشن میں اپنے امیدوار کھڑے کر سکیں۔ ہمارے ارکان کو توڑنے کی کوشش کی گئی، دباؤ کے ذریعہ، لالچ کے ذریعہ۔ اس کے بعد جب ملک میں سیاسی عمل نہ ہو، تحریر کی آزادی نہ ہو، تقریر کی آزادی نہ ہو، لوگ جیلوں میں پڑے ہوئے ہوں، ٹربیونل قائم ہوں، ہائی کورٹ، سپریم کورٹ کے اختیار کم کر دیئے گئے ہوں۔

بھٹو صاحب کا خیال تھا کہ اب ان کا کوئی حریف باقی نہیں رہا

وہ یہ سمجھتے تھے کہ ہماری جماعتیں آپس میں بٹی ہوئی ہیں۔ اور جس طرح ستر کے الیکشن میں ہوا ایسا ہی ہو گا۔ ستر کے انتخابات میں اگرچہ اسلامی ذہن رکھنے والی جماعتوں نے اکثریت حاصل کی تھی، لیکن ہمارے ووٹوں کی تقسیم کی وجہ سے اقلیت میں ووٹ لینے والی پارٹی کامیاب ہوگئی۔

اب بھی وہ یہ سمجھتے تھے کہ وہی ڈرامہ دہرایا جائے گا۔ جو ۱۹۷۰ء میں ہوا تھا۔ یہ بھی ان کی خوش فہمی تھی، لیکن ہوا کیا؟ اس نیشنل اسمبلی توڑنے کا اعلان کیا اور ۴۸ گھنٹے کے اندر اندر حزب اختلاف کی تمام جماعتیں متحد و متفق ہوگئیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے متحد ہوگئیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ قوم جو بھٹو صاحب سے بیزار ہونے کے باوجود بے حوصلہ تھی اور گھروں میں بیٹھی تھی اس اتحاد نے قوم کو یہ حوصلہ دیا کہ وہ گلیوں میں آگئی۔ سڑکوں پر نکل پڑی اور میدانوں میں کود پڑی۔!

اور اس دوران عوامی تائید کا جس طرح سے عملی مظاہرہ ہوا ہے اس سے پیشتر کبھی نہیں ہوا۔ میں نے جلسوں میں کہا ہے کہ میں نے اپنی ۴۵ سالہ طویل سیاسی زندگی میں کبھی نہیں دیکھا جو اس مرتبہ دیکھا ہے۔

!!!!!!!!!

میں نے دیکھا کہ پنجاب کے شہروں ہی میں نہیں چھوٹے چھوٹے دیہاتوں میں بھی چھوٹے چھوٹے بچے جلوس نکالے پھر رہے تھے - اور کہتے تھے کہ "ہل ہمارا جیتے گا" ہل علامت بن گئی تھی حق و صداقت کی، ہل علامت بن گئی تھی، اسلامی اقدار کی حفاظت کی اور واقعہ یہ ہے کہ یہ جذبہ اس لئے پیدا ہوا کہ قوم متحد ہو گئی۔

اور ہمیشہ قاعدہ یہ ہوتا ہے کہ انتخابات کے وقت جماعتیں قوم کو منشور دیتی ہیں - وہ بتاتی ہیں کہ اگر ہم برسر اقتدار آئے تو کونسا نظام ملک میں نافذ کریں گے. ہم نے بھٹو کی طرح جھوٹے وعدے نہیں کئے تھے - نا ہی ہم نے لمبے چوڑے دعوے کئے تھے ہم نے ایک ہی وعدہ کیا تھا کہ اگر ہم برسر اقتدار آئے تو اس خدا کی زمین پر خدا کا نظام نافذ کریں گے یہی ہمارا وعدہ تھا. اور یہی ہمارا دعویٰ تھا. یہ وعدہ حکمران طبقے کے لئے ناقابلِ برداشت تھا. اس ایک وعدے نے پوری قوم میں جذبہ پیدا کیا۔

آج بھٹو صاحب فرماتے ہیں کہ جناب انہوں نے خواتین کے بارے میں سخت باتیں کہیں اس لئے انہیں خواتین نے ووٹ نہیں دیئے - ہم نے کیا سخت باتیں کہی تھی! ہم نے صرف یہی کہا تھا. کہ اگر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہم برسر اقتدار آئے تو ان بچیوں کے سروں پر دوپٹے اڑھا دیئے جائیں گے. جو برہنہ سر تھیں. یہ کوئی گناہ کی بات نہیں اقبال نے کہا تھا - کہ ؎

در لیبا طپیش آں گردوں سریر
دختر سردار طے آمد اسیر
پائے در زنجیر و ہم بے پردہ بود
گردن از شرم و حیا خم کردہ بود
دخترک راچوں نبی بے پردہ دید
چادر خود پیش روئے اوُ پدید

تو ہم نے کونسی غلط بات کہی تھی۔ ہم نے تو میاں یہی کہا تھا کہ اس ملک میں اللہ کا قانون اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت نافذ کی جائے - اکبر نے اس لئے کہا ہے کہ ؎

رقیبوں نے رپٹ لکھوائی ہے جا جا کے تھانے میں
کہ اکبر نام لیتا ہے خدا کا اس زمانے میں

یہی ہم سے قصور سرزد ہوا تھا کہ ہمارے اس پروگرام کی وجہ سے عوامی تائید کا ایک سیلاب تھا. جو امڈ آیا تھا - ایک ایک گاؤں میں لوگ ہل اٹھائے ہوئے ہمارے خیر مقدم کے لئے آئے تھے - اور میں نے کہا تھا - کہ یوں محسوس ہوتا ہے کہ پوری قوم ساتھ چل رہی ہے - ؎

حیات لے کے چلو، کائنات لے کے چلو
چلو تو سارے زمانے کو ساتھ لے کے چلو

پوری کائنات ہمارے ساتھ چل رہی تھی - قوم باقی تمام نعرے آزما چکی تھی - رومی کہتے ہیں کہ :-

دست بر نااہل بیمار کنند
سوئے مادر آ کہ تیمار کنند

تمام نظاموں کو چھوڑیئے اور اسلام کی طرف آیئے اور

میں جانتا ہوں کہ دیہاتوں میں عورتوں نے روزے رکھے ایک ایک نماز کے ساتھ دعائیں مانگی - اور میں سمجھتا ہوں کہ اس جذبے کو کچلنے کی کوشش ہما قوم کے ساتھ سب سے بڑی بے انصافی اور غداری ہے۔

اس سے زیادہ ظلم نہیں ہو سکتا - بھٹو صاحب کہتے تھے - کہ یہ قوم مردہ قوم ہے - وہ پاکستان کو قبرستان کہتے تھے - میں نے ان کے جواب میں کہا تھا - کہ قبرستان کے مجاور ہوا کرتے ہیں - اور وزیر اعظم نہیں ہوا کرتے۔

اگر قوم میں خودداری باقی نہ رہے. عزت نفس نہ ہو تو اس قوم کا وزیر اعظم کہلانا کوئی شرف کی بات نہیں ہے - وہ قوم جسے وہ سمجھتے تھے کہ ختم کر دی گئی - وہ توانائی کا مظہر بن گئی - زندگی کا مظہر بن گئی اور اتنی بڑی تحریک کو کسی انتخابی دھاندلی سے کچلا نہیں جا سکتا - ختم نہیں کیا جا سکتا - میں نے انسانیت کی تاریخ میں یہ نہیں دیکھا کہ کوئی ڈکٹیٹر، کوئی آمر سیاسی تائید کے بغیر حکومت چلا سکے۔

ہمارے متعلق کہا گیا - کہ یہ تشدد پر اکساتے ہیں - جبکہ ہم نے ہمیشہ تشدد برداشت کیا - ظلم برداشت کیا. اس لئے نہیں کہ ہم خوف زدہ تھے - یا عوام کی تائید ہمیں حاصل نہیں تھی - میں کہا کرتا ہوں کہ عدم تشدد پر کاربند رہنا بڑے حوصلے کی بات ہے - گولی ایک غنڈہ چلا سکتا ہے - ایک عورت چلا سکتی ہے. ایک بچہ چلا سکتا ہے - جس کے ہاتھ میں آپ ریوالور اور بندوق دے دیں وہ گولی چلا دے گا - لیکن ایک مقصد کے لئے جان دینا بہت بڑی بات ہے - وہ ان لوگوں کے بس کی بات نہیں اس کے لئے نظریاتی خلوص ہونا ضروری ہے - یہ نظریاتی خلوص ان کے یہاں نہیں ہے۔

جب انہوں نے دیکھا کہ ۹۵ فی صد قوم ہمارے ساتھ ہے - تو انہوں نے سہارا لیا جبر کا. تشدد کا کوئی ایک تقریر کوٹ کی جا سکتی کسی قومی اتحاد کے رہنما کی جس میں اس نے تشدد کے لئے اکسایا ہو

ہم نے اس انتخابی مہم کو نہایت ہی پرامن اور باوقار طریقے سے چلایا اِس لئے کہ یہ تحریک اسلام کے نام پر چلائی جا رہی تھی.

اس اسلامی شریعت کے نفاذ کے لئے چلائی جا رہی تھی. جو امن و سلامتی کا گہوارہ ہے. ہم نے وقار اور شائستگی کو ہر مرحلے پر برقرار رکھا - لیکن ہمارے ساتھ کیا کیا گیا.

ہمارے سیاسی کارکنوں کو گرفتار کرنا شروع کیا گیا. مختلف علاقوں میں غنڈہ گردی شروع کرائی گئی - اس سے بھی بات نہ بنی تو پولنگ اسٹیشنوں پر فائرنگ کرائی گئی - اور اس

ایثار کا اس قربانی کا مظاہرہ کم دیکھنے میں آیا ہوگا - کہ حیدر آباد میں ہمارے لوگ گولیاں کھا کھا کر گرتے رہے اور خاک و خون میں تڑپتے رہے. لیکن

صفیں اسی طرح لگی رہیں۔

وہ یہ سمجھتے تھے کہ اسلام کی خاطر وہ ایثار کر رہے ہیں۔ اسلامی حکومت کے قیام کے لئے قربانیاں پیش کر رہے ہیں۔

مگر اس جذبے کو یوں کچلا گیا کہ بیلٹ بکس اٹھائے گئے۔ بیلٹ پیپرز نئے چھپوائے گئے۔ پولیس اور سیکورٹی فورسز نے پولنگ ایجنٹس کو مار پیٹ کر کے نکال دیا گیا۔ خواتین ووٹرز کی بے حرمتی کی گئی۔ یہ سب کچھ کیا گیا۔ اور بالآخر یہ ہوا کہ غلط نتائج کا اعلان کیا گیا۔

حضور اس طرح سے حکومتیں نہیں چلا کرتیں آپ نے دیکھا کہ ۸ مارچ کو جونہی ابتدائی نتائج کا اعلان ہوا۔ ہم آٹھ تاریخ کو ہی دس دس گھنٹے کا سفر کرنے کے بعد لاہور پہنچے ہم نے ذرا بھر توقف نہیں کیا۔ اور رات کو ہی ہم نے بائیکاٹ کا فیصلہ کیا اور انتخابی نتائج کو تسلیم کرتے ہوئے آئندہ آنے والی اسمبلی کو قانونی نمائندہ اسمبلی ماننے سے انکار کر دیا۔ جس سے ہماری اپنی سیٹیں بھی خود بخود ختم ہو جاتی ہیں۔

بھٹو صاحب نے جس وقت کہا تھا کہ مفتی محمود حکومت نہیں چلا سکتے یہ تو وزارت چھوڑ دیا کرتے ہیں میں نے اس وقت کہا تھا۔ کہ حضور یہی ہماری اور آپ کی بنیادی سوچ کا فرق ہے کہ آپ کرسی کو ایمان کا درجہ دیتے ہیں۔ ہم نہیں دیتے۔

آپ نے دیکھا کہ جو لبقیۃ السیف چند نشستیں ہمیں ملی تھیں۔ جو تلوار کی کاٹ سے جو نشستیں بچ گئی تھیں۔ ہم نے وہ ان کے منہ پر دے ماری۔ اس پر مجمع میں نعرے بلند ہوئے۔ نعرہ تکبیر، اللہ اکبر، پاکستان قومی اتحاد زندہ باد، موقع کی مناسبت سے نواب صاحب نے برجستہ شعر پڑھا۔

کیا حسن نے سمجھا ہے کیا عشق کو جانا ہے
ہم خاک نشینوں کی ٹھوکر میں زمانہ ہے۔

میں بتاتا ہوں کہ جمہوری تاریخ میں آپ کو کوئی ایسا واقعہ نہیں مل سکتا۔ کہ لوگ منتخب ہوئے ہوں۔ اور انہوں نے اصولوں کی خاطر حلف لینے سے پہلے اسمبلی کو ٹھکرا دیا ہو۔ یہ پہلی دفعہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ان خاک نشینوں کو توفیق دی ہے۔ ان عاجز بندوں، اور حقیر بندوں کو خدا نے اپنے خاص فضل سے یہ توفیق عنایت فرمائی۔

بھٹو صاحب کہتے ہیں کہ یہ نو پارٹیاں ہیں اکٹھی نہیں رہ سکتیں۔ انہوں نے ہمارے اس اتحاد کو بھی اپنی پارٹی تصور کیا ہے۔ ان کی ایک پارٹی تھی۔ اور جن کو انہوں نے ٹکٹیں نہیں دیں وہ ان کے خلاف مقابلے میں کھڑے ہو گئے۔ اس کے برعکس جب ہم نے۔

بائیکاٹ کا فیصلہ کیا تو پورے ملک میں پاکستان قومی اتحاد کے کسی امیدوار نے کوئی بغاوت نہیں کی اور قوم نے کیا کیا کہ کراچی سے لے کر خیبر تک تمام پولنگ اسٹیشن ویران ہی ویران تھے۔

نواب صاحب نے پھر شعر پڑھ کر مجمع کو تڑپایا ہے

کوئی ویرانی سی ویرانی ہے
دشت کو دیکھ کے گھر یاد آیا

اس سے بڑا ثبوت عوامی تائید کا نہیں ہو سکتا۔ جو قوم نے بائیکاٹ کر کے فراہم کر دیا ہے۔ اس سے زیادہ اتفاق کیا ہو سکتی ہے حکومت کی کہ اگر آج بھی وہ کہے کہ اسے حکومت کرنے کا حق حاصل ہے۔ بائیکاٹ کے بعد آج ۱۰ مارچ کی ہڑتال دیکھئے پورے ملک میں مکمل ہڑتال ہے۔ ہم ہر مصیبت، ہر پریشانی اور ہر تکلیف کو اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے خندہ پیشانی سے برداشت کریں گے۔ اصغر کہتے ہیں کہ

آلامِ روزگار کو آسان بنا دیا
جو غم ہوا اسے غمِ جاناں بنا دیا

اگر آپ اس جذبے اور حوصلے کے ساتھ چلتے رہے۔ تو تحریک یقیناً کامیاب ہو گی۔ تاریخ گواہ ہے کہ کبھی کوئی ڈکٹیٹر قوم کے ساتھ لڑ کر کامیاب نہیں ہو سکا۔ پوری قوم کے ساتھ لڑائی نہیں لڑی جا سکتی۔ افراد کے ساتھ لڑائی لڑی جا سکتی ہے۔ جماعتوں کے ساتھ لڑی جا سکتی ہے۔ پوری قوم کے ساتھ لڑائی نہیں لڑی جا سکتی۔ اور پھر ایسی قوم کے ساتھ جس کا بچہ بچہ اسلامی جذبے سے سرشار ہو۔ حق و صداقت کے خلاف لڑنے کی بات اللہ تعالیٰ کے خلاف اعلانِ جنگ ہے۔

آپ یقین کیجئے۔ کہ جس طرح قومی اتحاد نے ایک منٹ کے توقف کے بغیر پہلے فیصلے صحیح کئے ہیں۔ آئندہ بھی کرے گا۔ ہم رہیں نہ رہیں۔ لیکن ہم یقین کرتے ہیں۔ قوم کے ایک ایک فرد پھر کہ ہماری گرفتاری کے بعد وہ تحریک کو اسی طرح چلاتے رہیں گے۔ جس طرح پہلے چلاتے رہے ہیں۔

اس موقع پر ایک نوجوان اسلامی جذبے سے سرشار ہو کر مجمع میں اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور انہوں نے وفورِ جذبات کے عالم میں کہا کہ یہ دھاندلی نہیں ہوئی۔ بھٹو نے بہت بڑا دھاندلہ کیا ہے۔

وہ بار بار پرجوش انداز میں یہی کہتے رہے کہ یہ دھاندلہ ہے۔ دھاندلہ اور عوام جوش و خروش کے ساتھ نعرے لگاتے رہے۔ ان صاحب نے کہا کہ ہم اپنا سب کچھ قربان کر کے تحریک چلائیں گے۔ عوام کہتے رہے چلائیں گے۔ ضرور چلائیں گے۔

اس کے بعد نواب صاحب نے سلسلۂ کلام شروع کرتے ہوئے کہا کہ جذبات میں آنے کی ضرورت نہیں۔ آپ نے نہایت ہی باوقار طریقے سے اس تحریک کو آگے لیجانا ہے۔ اسلام کے نام کا تقاضا یہ ہے کہ ہم باوقار طریقے سے تحریک چلائیں۔ فانی نے کہا کہ:

باقی ص ۲ پر

خلافتِ راشدہ کے چند گوشے

محمد طیب شاہد

> وہ زمانہ تو ایسا ہوگا کہ لوگ ایک دوسرے کی طرف راغب ہوں گے تو دنیا کے مفادات کی خاطر اور ایک دوسرے سے ڈریں گے تو بھی دنیاوی مفادات کی خاطر۔ عمر ابن خطابؓ

● جس زمانے میں عرب شدید قحط سے دوچار تھے ملک عرب میں قحط کا عالم تھا۔ خلافت عمرؓ کا زمانہ تھا۔ اس وقت حضرت عمرؓ کے پاس روغن زیتون سے تلی ہوئی روٹی آئی۔ آپ نے لانے والے سے پوچھا کہ کیا اس وقت عرب کے سب لوگوں کو اس قسم کا کھانا میسر ہے۔ جواب ملا نہیں۔ اسی وقت آپ نے وہ کھانا واپس کر دیا۔ فرمایا جب تک قحط موجود ہوگا میں نہ گوشت کھاؤں گا اور نہ روغن زیتون کو ہاتھ لگاؤں گا۔ میری قوم کو قحط نے لاچار کر دیا ہو اور میں زیتون کو استعمال کروں یہ نہیں ہو سکتا۔ ذمہ داری اور خوف آخرت کا اس قدر احساس تھا کہ ہر وقت لرزہ براندام رہتے تھے۔

● ایک شخص نے حضرت عمرؓ کی عدالت میں حضرت علیؓ کے خلاف دعوی دائر کرایا۔ اس وقت حضرت علیؓ بھی وہاں موجود تھے۔ حضرت عمرؓ نے مدعی کا بیان سن کر حضرت علیؓ کی طرف دیکھا اور فرمایا۔ اے ابوالحسنؓ اٹھو اور مدعی کے ساتھ جا کر بیٹھو اور جواب دو۔ حضرت علیؓ نے حکم کی تعمیل کی دلائل سن کر حضرت عمرؓ نے بیان سن کر فیصلہ دے دیا مدعی جب چلا گیا تو حضرت علیؓ پھر اپنی جگہ امیر المؤمنین کے ہمراہ آکر بیٹھ گئے۔ حضرت عمرؓ نے دیکھا کہ حضرت علیؓ کا رنگ غصہ کی وجہ سے سرخ ہو رہا ہے۔ پوچھا۔ اے ابوالحسنؓ مجھے آپ کا رنگ بدلا ہوا نظر آ رہا ہے۔ کیا وجہ ہے۔ فرمایا آپ نے مجھے نام کی بجائے کفیت سے پکارا مدعی یہ سمجھا کہ شاید میری یعنی (حضرت علیؓ) کی عزت کی جا رہی ہے۔ امیر المؤمنینؓ نے حضرت علیؓ کا ماتھا چوم لیا اور فرمایا میرے ماں باپ قربان ہوں۔ آپؓ جیسے آدمیوں کی وجہ سے اللہ نے ہمیں ہدایت فرمائی۔

● مسجد نبوی صلعم میں حضرت عمرؓ تقریر فرما رہے تھے کہ مجمع عام میں سے ایک شخص کھڑا ہو کر کہتا ہے۔ اے عمرؓ خاموش ہو جاؤ ہم تمہاری بات نہیں سنتے۔ کیا وجہ۔ وجہ یہ ہے کہ جو مال غنیمت تقسیم ہوا ہے۔ ہمیں اس سے ایک ایک چادر ملی اور تمہارے پاس یہ دو چادریں کہاں سے آئیں کہ ایک چادر کی تم نے قمیض بنا لی ہے اور دوسری تم اوڑھے ہوئے ہو۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا سوال ٹھیک ہے۔ اس کا جواب ابھی میرا بیٹا حضرت عبداللہ دے گا۔ مجمع عام میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے کھڑے ہو کر فرمایا کہ امیر المؤمنین نے ایک ہی چادر لی ہے۔ دوسری چادر جو ہے یہ میرے حصہ کی ہے جو مال غنیمت سے مجھے ملی تھی میں نے اپنے حصہ والی چادر اپنے والد صاحب کو دے دی ہے۔

● احنف بن قیس ایک دن امراء عرب کے ہمراہ حضرت عمرؓ کی ملاقات کو گئے۔ کیا دیکھا کہ امیر المؤمنینؓ دامن چڑھاتے اِدھر اُدھر بھاگ رہے ہیں۔ حضرت نے جب احنف کو دیکھا تو فرمایا آؤ تم بھی میرا ساتھ دو بیت المال کا ایک اونٹ بھاگ گیا ہے۔ تمہیں معلوم ہے اس میں بہت سے غریبوں کا حق ہے۔ ایک شخص نے کہا امیر المؤمنینؓ آپ کیوں تکلیف کرتے ہیں کسی غلام کو کہہ دیجئے وہ ڈھونڈ لائیگا فرمایا مجھ سے زیادہ کون غلام ہو سکتا ہے۔

● نواح مدینہ میں ایک ضعیف و نابینا عورت رہتی تھی۔ حضرت عمرؓ کا معمول تھا روزانہ علی الصبح اس کی جھونپڑی میں جا کر اس کی خدمات انجام لاتے۔ کچھ دنوں کے بعد انہوں نے محسوس کیا کہ کوئی اور اللہ کا بندہ اس بڑھیا کے کام کرنے میں مجھ سے سبقت کر جاتا ہے۔ کافی دن کھوج لگاتے رہے۔ ایک روز اس کی کھوج لگانے کے لئے کچھ رات پہلے آ گئے۔ دیکھا کہ وہ جو آدمی روزانہ سبقت کر جاتا ہے۔ یہ امیر المؤمنین صدیق اکبرؓ تھے۔ متحیر ہو کر پوچھا اے خلیفہ رسول صلعم۔ کیا روز آپ ہی سبقت کر جاتے ہیں۔

● حضرت صدیقؓ جب خلیفہ منتخب ہوئے تو بیعت خلافت لینے کے بعد آپ نے پہلا خطبہ دیا اور فرمایا میرے کندھوں پر حکومت

کی ذمہ داری ڈال دی گئی ہے۔ میں تمہارے درمیان بہترین آدمی نہیں ہوں۔ مجھے تمہارے مشوروں اور ہر طرح کے تعاون کی ضرورت ہے۔ اگر میں ٹھیک ٹھیک کام کروں تو تم میرا ساتھ دینا۔ اگر بھٹک جاؤں تو مجھے ٹوک دینا۔ میری نظر میں طاقت ور اور کمزور یکساں ہیں میں دونوں کیساتھ انصاف کروں گا۔ جب تک میں اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و فرمانبرداری کرتا رہوں تم میرا حکم مانو اور اگر میں اللہ اور رسول صلعم کے احکام و قوانین کی خلاف ورزی کروں تو تم بے شک میری کوئی بات نہ مانو۔

و حضرت صدیقؓ کے انتقال کے بعد حضرت عمرؓ نے زمام خلافت کو سنبھالا تو حضرت ابو عبیدہ بن جراحؓ اور حضرت معاذ ابن جبلؓ نے انہیں حسب ذیل مشترکہ خط لکھا۔

اے عمرؓ تم پر سلامتی ہو۔ ہم نے آپ کو اس حال میں دیکھا ہے کہ آپ اپنی ذاتی اصلاح و تربیت کی فکر میں لگے رہتے ہیں۔ اور اب آپ پر پوری امت کی ذمہ داری کا بوجھ آن پڑا ہے۔ امیر المومنینؓ آپ کی مجلس و محفل میں ہر ادنیٰ اعلیٰ اور شریف و وضیع قسم کے لوگ آکر بیٹھیں گے۔ دشمن بھی آئیں گے اور دوست بھی ہر شخص عدل و انصاف سے بہرور ہونے کا حقدار ہے۔ امیر المومنین ذرا سوچئے ایسے حالات میں آپ کیا طرز عمل اختیار کریں گے۔ اس دن سے ضرور ڈرتے رہنا جب خدائے قہار کے سامنے سب لوگ سرنگوں ہوں گے۔ دل خوف و دہشت سے لرز رہے ہوں گے۔ اور خدائے جبار و قہار کے سامنے ان کی ساری حجت بازیاں بیکار ہو جائیں گی اس روز سب لوگ عاجز و ناتواں اور بے بس ہوں گے۔ سب اس کی رحمت کے امیدوار اور اس کے عذاب سے لرزاں و ترساں ہوں گے۔ ہم سے یہ حدیث بیان کی گئی ہے کہ ایک وقت ایسا آئے گا کہ اس وقت اس امت کا معاملہ ایسے ہاتھوں میں چلا جائے گا۔ جو ظاہر میں دوست اور اندر سے دشمن۔ ظاہر میں وہ امت کے خیر خواہ اور عملاً اس کے بدخواہ ہوں گے۔

"والسلام"

حضرت عمرؓ نے ان دونوں کے خط کا جواب اس طرح دیا۔ کہ تم دونوں پر خدا کی سلامتی ہو۔ میں اس کے جواب میں اور کیا کہوں کہ عمر کے پاس نہ تدبیر ہے اور نہ قوت و طاقت ہے یہ سرمایہ اگر مل سکتا ہے تو فقط اللہ کی طرف سے۔ تم نے مجھے اس انجام سے ڈرایا۔ جس سے ہمارے بیشتر لوگ ڈرائے گئے تھے۔ شب و روز کی یہ گردش جو انسانوں کی زندگی کے ساتھ وابستہ ہے۔ اس چیز کو جو دور ہے۔ قریب لا رہی ہے جو ہر نئی چیز کو بوسیدہ بنا رہی ہے۔ اور ہر پیشین گوئی پوری ہو رہی ہے حتیٰ کہ دنیا کی عمر ختم ہو جائے گی اور آخرت نمودار ہو گی۔ پھر ہر شخص جنت یا جہنم میں پہنچ جائے گا۔ تم نے یہ بات بھی لکھی کہ اس امت کا معاملہ آخر زمانہ میں ایسے لوگوں کے ہاتھ آئے گا۔ جو بظاہر اس امت کے خیر خواہ ہوں گے اور در پردہ بدخواہ۔

یاد رکھو تم وہ لوگ نہیں جن کے بارے میں یہ خبر دی گئی ہے۔ اور نہ یہ وہ زمانہ، وہ زمانہ تو ایسا ہو گا کہ لوگ ایک دوسرے کی طرف راغب ہوں گے تو دنیا کے مفادات کی خاطر اور ایک دوسرے سے ڈریں گے تو بھی دنیاوی مفادات کی خاطر، میں تم دونوں کی نصیحت سے کبھی بے نیاز نہیں ہو سکتا۔

(عمر بن خطابؓ)

بقیہ: ہم خاک نشینوں کی ......

قاعدہ داں منضبط ہے شعلۂ غم کی داد دے
برق کی وضع پہ نہ جا بندۂ اضطراب ہے

ہم وہ بجلیاں نہیں چاہتے۔ جو چمکیں اور اس کے بعد ختم ہو جائیں۔ ہم ایسی چنگاریاں چاہتے ہیں۔ جو سلگتی رہیں۔ اور اس خرمن باطل کو ہمیشہ کے لیے جلا کر راکھ کر دیں، جہاں تک ہمارے حق میں فیصلے کا تعلق ہے۔ تو قوم نے پہلا فیصلہ جلسے اور جلوسوں کی شکل میں دیا تھا۔ دوسرا فیصلہ پولنگ اسٹیشنوں پر دیا گیا۔ جس کو تاریخی سازش کیساتھ تبدیل کرنے کی کوشش کی گئی۔ تیسرا فیصلہ قوم نے صوبائی اسمبلی کے پولنگ اسٹیشنوں کی ویرانی کی صورت میں دیا۔ اور اب چوتھا فیصلہ قوم کی طرف سے ملک کی ہڑتال کی صورت میں دیا گیا ہے۔ اور ان واضح فیصلوں کے بعد قوم کی منشاء کے خلاف کسی شخص کو حکومت کرنے کا حق نہیں پہنچتا۔ ہم نے اپنا حق واپس لینا ہے۔ اور آپ کے تعاون سے لینا ہے۔

یہ جنگ اس ملک میں عوام کے بنیادی حقوق کی بازیابی اور اسلامی نظام کے نفاذ کی جنگ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہم اس میں کامیاب ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ آپ کا حامی و ناصر ہے۔

سٹاف رپورٹر سے

انگریزوں نے بھی علماء کو نیست و نابود کرنیکی کوشش کی مگر ناکام رہے

شیخ التفسیر حضرت مولانا عبیداللہ انور مدظلہ کی ایمان افروز تقریر:

خطبہ مسنونہ کے بعد حضرت مولانا عبید اللہ انور نے فرمایا کہ مسلمانوں کا اللہ تعالیٰ سے وعدہ ہے یا اللہ! تیرے سوا کسی کے سامنے سر نہیں جھکے گا، اور ہر حال میں ہم تیرے شکر گذار بندے ہوں گے۔

قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے جو ہدایات دی ہیں یہ عظیم ترین معاہدہ ہے اللہ کے ساتھ کہ اللہ نے ہماری جان، اولاد اور مال سب خرید رکھی ہیں جنت کے بدلے میں۔ خریدار اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے۔ اور ہم اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق اس کے نام پر بکے ہوئے ہیں۔ عزت ہو، مال ہو، جان ہو، اولاد ہو سب کچھ اللہ کی ہیں، ہماری نہیں، ہمیں اللہ تعالیٰ پانچ وقت مسجد میں طلب فرمالیں یا رمضان کے زمانے میں ہمارے کھانے پینے کا نظام بدل دے کہ صبح سویرے سحری کھا پیلو اور سارا دن سورج غروب ہونے سے ایک قطرہ بھی حلق سے نیچے اترنے دپاتے اور سچا مسلمان وہی ہے جو خدا سے کیے گئے معاہدے کی لاج رکھتا ہے۔

اسی طرح بقرعید کے موقع پر ہم حضرت ابراہیم کی اس سنت کی یاد تازہ کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے اکلوتے بیٹے کی قربانی ان سے مانگی۔ اور انہوں نے بے چون وچرا یہ عظیم قربانی اللہ کی بارگاہ میں پیش کردی۔ ہر سال ایک ایک مسلمان اللہ تعالیٰ سے تجدید عہد کرتا ہے کہ اگر خدا کی راہ میں بیٹے کی قربانی کی ضرورت پیش آتے یا خود حضرۃ ابراہیم کی مانند آگ میں کودنے کی ضرورت ہوتی تو وہ اس سے بھی دریغ نہیں کرے گا۔ یا اپنے مال میں سے خدا کے حکم کے مطابق زکوٰۃ و صدقات دینے کا موقع ملا تو وہ خندہ پیشانی ادا کرے گا۔

صحابہ کرام خصوصاً حضرت ابوبکر صدیق رضؓ اور حضرت عمر فاروق نے ہمارے لیے نظیریں قائم کردی ہیں۔ یہ مال یہ عزت و آبرو اور یہ اولاد سب کچھ اللہ کا ہے اور اس کے بدلے میں جنت ہماری ہے۔

مولانا نے فرمایا کہ اپنے اسلاف کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے اگر ہمیں خدا کی راہ میں اور اس ملک میں اسلامی نظام کے نفاذ کے لیے کسی بھی قسم کی قربانی دینے کی ضرورت پیش آئی تو ہم چون وچرا نہیں کریں گے۔ اور خدا کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کر دیں گے۔ مسلمان کا تو حق ہی یہ ہے کہ

گردن نہادن بہ اطاعت۔

یہ سرزمین جو کفر و شرک سے اٹی پڑی تھی اللہ کے نیک بندوں نے اسے توحید کے نور سے منور کیا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ہمیں پاکستان کی شکل میں یہ موقع بخشا کہ ہم اس سرزمین پر خدا کا قانون نافذ کریں، مگر ہم نے ایسا نہ کیا اور دنیا میں رُسوا ہوتے، آخرت کا عذاب اس کے علاوہ ہے اسلام کے خلاف سازشیں کی گئیں۔ علما کی توہین و تذلیل کی گئی۔ ان تمام باتوں کے باوجود مغربیت کے دلدادہ اسلام کو اس سرزمین سے نہ نکال سکے۔ انگریز نے بھی علماء کو نیست و نابود کرنے کی کوشش کی تھی، مگر وہ اپنی کوششوں میں ناکام ہوا۔ اور اسے خود سات سمندر پار جانا پڑا۔ علماء کو مٹانے والے خود مٹ جایا کرتے ہیں، کیونکہ علماءؒ کے ذریعہ خدا نے اپنے دین کی حفاظت کرنی ہے

مولانا نے فرمایا کہ مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ تیس سال کا طویل عرصہ گذرنے کے بعد بھی پاکستان میں نظریاتی مملکت قائم نہ ہوسکی اس ملک کی اکثریت کے خلاف لوگ حکمرانی کرتے رہے اور انگریز کا نظام انہوں نے جاری رکھا یہ ملک جمہوری اصولوں کی بنیاد پر بنا تھا۔ ووٹ کے ذریعے یہ ملک معرض وجود میں آیا تھا، لیکن یہاں نہ جمہوریت کو فروغ دیا گیا اور نہ ہی ووٹ کا تقدس ملحوظ رکھا گیا۔

اب موجودہ الیکشن میں پھر اللہ تعالیٰ نے مسلمان قوم کو یہ موقع بخشا تھا کہ وہ اپنی رائے سے یہ فیصلہ کریں کہ وہ اس ملک میں خدائی نظام چاہتے ہیں یا بندوں کے بنے ہوئے نظام کو۔ ملک کے عوام کی بھاری اکثریت نے فیصلہ دیا کہ وہ اس ملک میں اسلام کا نفاذ چاہتے ہیں، مگر افسوس کہ دھاندلی کے ذریعہ حکمران طبقے نے اس فیصلے کو زبردستی بدل دیا اور ملک ایک بار پھر اسی جگہ کھڑا ہوگیا جہاں آج سے تیس برس پہلے کھڑا تھا۔ بلکہ اب حالات پہلے سے بھی ابتر ہوگئے۔ شعائرِ اسلام کی کھلے طور پر بے حرمتی کی جارہی ہے اعلائ کلمۃ بندوں مذاق اڑایا جانے لگا ہے اور میخانے کو مسجد پر فوقیت دی جانے لگی ہے۔

عوام نے گلی گلی اور کوچے کوچے میں اسلامی نظام کے حق میں نعرے لگائے، لیکن ہوا وہی جو حکمرانوں نے پہلے سے سوچ رکھا تھا، گذشتہ الیکشن جو فوجی حکمرانوں کی سرکردگی میں ہوا تھا وہ کافی حد تک آزادانہ الیکشن تھا، مگر عوامی نمائندوں کے دعویداروں نے موجودہ الیکشن میں جو کچھ کیا اس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا تھا۔ ان ہی خدشات کے پیش نظر ہمارے قائدین نے مطالبہ

کیا تھا کہ الیکشن فوج کی نگرانی میں ہونا چاہیے، اور الیکشن کمیشن کو مستقل اسلحہ فراہم ہونا چاہیے مگر ان تمام جائز مطالبات کو نظر انداز کر کے عوام کے ساتھ شرمناک سلوک کیا گیا۔ حالات و واقعات نے ثابت کر دیا کہ بھٹو صاحب کی جمہوریت پسندی کے دعوے سراسر غلط اور بے بنیاد تھے۔ ہمارے اکابر کے منہ سے نکلی ہوئی ایک ایک بات سچ ثابت ہوئی۔ خود بھٹو صاحب کا پانچ سالہ دور بھی ان کے اعمال شنیعہ کی گواہی دے رہا ہے۔ جس قسم کے جمہوریت کش اقدامات کیے گئے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں، سیاسی لیڈروں پر جھوٹے مقدمات کی بھرمار، قتل و غارت گری اور غنڈہ گردی کا بازار گرم کیا گیا۔ شریفوں کی تذلیل اور رذیلوں کی حوصلہ افزائی جتنی بھٹو صاحب کے دورِ جبر و ظلم میں ہوئی اس سے پہلے چشمِ فلک نے کبھی نہ دیکھی ہوگی۔

اس تمام وحشت انگیزی اور بربریت کے باوجود لوگوں نے یہ سمجھا تھا کہ اب انتخابات میں ووٹ کے ذریعے اس ڈکٹیٹر اور آمر سے نجات حاصل کرنے کا وقت آگیا ہے۔ قوم نے یک زبان ہو کر آمریت کے خلاف آواز بلند کی اور ووٹ کے ذریعے اپنی صحیح رائے کا اظہار کیا، مگر افسوس کہ جمہوریت کے بلند بانگ دعووں کے باوجود جمہوری اقدار کو دھاندلی کر کے اس طرح پامال کیا کہ جس کی مثال تاریخ عالم میں نہیں ملتی۔

جمہوری ممالک میں جس طرح سے انتخاب کرائے جاتے ہیں اس سے ذرہ بھر مماثلت بھی ہمارے موجودہ انتخابات کو حاصل نہیں تھی۔ امریکہ میں انتخاب ہوا۔ اپوزیشن کو برابر کے مواقع فراہم کیے گئے جبکہ ہمارے یہاں ٹرسٹ کے اخبارات ریڈیو اور ٹیلی ویژن اپوزیشن کی کردار کشی اور حکمران جماعت کی مدح سرائی میں شب و روز مصروف رہے۔

ہمارے ملک کے تمام ذرائع ابلاغ ایک داشتہ کا کردار انجام دیتے رہے۔ یہی کچھ ایوب آمریت کے دوران ہوتا رہا۔ اس وقت جو شکایات بھٹو صاحب کو ایوب خان سے تھیں آج وہی شکایات پوری قوم کو بھٹو صاحب سے ہیں۔ بھٹو صاحب دعویٰ کرتے تھے کہ میں اس ملک کو صاف ستھری جمہوریت دوں گا۔ صاف ستھرا نظام دوں گا، ٹرسٹ توڑ دیا جائے گا، آزادیٔ تحریر و تقریر کا دور ہوگا۔ مگر اب بھٹو آمریت نے ایوب آمریت کو بھی شرما کر رکھ دیا ہے۔ بھٹو کہتے تھے کہ میں عوام کی پیداوار ہوں، عوام کی حکمرانی میرے دور میں ہوگی۔ عوام کو طاقت کا سرچشمہ قرار دینے والا آج عوام کے سامنے گولی، لاٹھی اور آنسو گیس لیکر کھڑا ہوا ہے۔

ہمارے نزدیک طاقت کا سرچشمہ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے۔ خداوند قدوس اگر بارش نہ برسائے تو دنیا کو ایک دانہ بھی مہیا نہ ہو۔ اسی کے ہاتھ میں زندگی اور موت ہے وہی عزت و ذلت کا مالک ہے۔ اس دنیا میں بڑے بڑے فرعون، بڑے بڑے شداد، بڑے بڑے نمرود آئے لیکن اللہ کی طاقت کے سامنے کچھ پیش نہ چلی۔ چنگیز خان، ہلاکو، ہٹلر مسولینی کی طاقت خدائی طاقت کے سامنے نہ ٹھہر سکی۔ اسی طرح ہمارے دور کے آمر اور ڈکٹیٹر بھی اللہ کی مدد اور نصرت کے ساتھ اہل حق کے مقابلے میں نہیں ٹھہر سکتے۔ اللہ تعالیٰ موجودہ حکمرانوں کی رسّی ڈھیلی چھوڑ کر انہیں موقع دے رہے ہیں صحیح راہ پر چلنے کا۔ خدا کی طرف سے اس ڈھیل کا بھی یہ لوگ غلط اندازہ لگا رہے ہیں۔ یہ اس کی پکڑ سے بے خبر ہیں، لیکن خدا کی گرفت سے یہ بداعمال حکمران نہیں بچ سکتے۔ جو شخص خدا رسول کے احکامات کو نظر انداز کر کے انا و لاغیری کا علم بلند کرتا ہے تو وہی فرعون والا حشر اس کا ہوتا ہے۔

ہم اس ملک میں اللہ اور اس کے نظام کو بالادستی دینے کے لیے میدان میں آئے ہیں۔ یہ ممبریاں ہمارے لیے کوئی اہمیت نہیں رکھتیں ہمارے لیے یہ ممبر مسجد بہت بڑا اعزاز و شرف ہے۔

خدا کا قانون ہے کہ جب قوم گمراہ ہو جاتی ہے تو اس میں تین قسم کے افراد ہوتے ہیں ایک گم کردہ راہ دوسرے ان کو روکنے والے، تیسرے گومگو۔ صرف وہ لوگ بچتے ہیں جو گمراہوں کو خدا کا پیغام دیتے ہیں اور جو خاموش ہیں یا خدا کے رستے سے روکنے والے ہیں وہ خدا کے عذاب سے نہیں بچ سکتے۔ نہ دنیا میں بچ سکتے ہیں نہ آخرت میں بچ سکتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اگر بُرائی دیکھو تو ہاتھ سے روکو، اگر اس کی ہمت نہیں ہے تو زبانی جہاد کرو، اور اگر اس کی ہمت نہیں ہے تو کم از کم دل سے بُرا جانو۔

بہرحال ہمیں اس بُرائی کے خلاف زبانی جہاد کرتے ہوئے ایک عرصہ گذر گیا ہے۔ اب اس بُرائی کو روکنے کی ایک ہی شکل ہے کہ قانون اور آئین کے دائرے میں رہتے ہوئے طاقت سے ختم کر دیں۔

آپ نے فرمایا جب انسانیت کو اس طرح پامال کیا جا رہا ہو۔ جب قانون اور آئین کو حکمران بالائے طاق رکھ دیں تو آپ کا فرض ہے کہ اپنے فرائض و واجبات ادا کریں جو خدا کی طرف سے ذمہ داریاں عاید ہوتی ہیں اعلا کلمۃ الحق کے لیے انہیں پورا کریں ان ذمہ داریوں کو پورا کرنے کے لیے مجھے اور آپ کو اپنے قاید کے حکم کی تعمیل میں ہر وہ کام کرنا چاہیے جس کا وہ اشارہ فرمائیں یا حکم دیں۔

اگر چھوٹی موٹی دھاندلی ہوتی تو قومی اتحاد کے رہنما صرف نظر کر دیتے۔ لیکن اس قدر دھاندلی اور ایسی شرمناک ڈھٹائی کہ بکس کے بکس بدل دیئے جائیں اور جعلی ووٹوں سے بکس بھر دیئے جائیں۔ مسلح غنڈوں کے ذریعہ دہشت گردی پھیلائی جائے اس کی نظیر پاکستان ہی نہیں دنیا کی تاریخ میں نہیں ملتی۔

اس ملک میں بادشاہت اور ملوکیت نہیں چل سکتی۔ یہ ملک جمہوری اصولوں کے تحت حاصل کیا گیا تھا، یہاں جمہوریت ہی چل سکتی ہے۔

یہ ملک اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا تھا یہاں صرف اسلام کا نظام نافذ ہوگا تو یہ ملک چلے گا، اگر خدانخواستہ یہی دھاندلیاں، یہی ظلم و ستم، یہی بے ایمانیاں اور یہی ناانصافیاں رہیں تو اس ملک کا خدا ہی حافظ ہے۔

انہی وجوہ کی وجہ سے ہمارا ملک دو حصوں میں تقسیم ہوا۔ دو اسمبلیوں اور دو وزیر اعظم کی بات کی گئی، اِدھر ہم اور اُدھر تم کا نعرہ لگایا گیا۔ اور جب دیکھا کہ یہ صورت حال نہیں چل سکتی تو ملک کو ایک سازش کے تحت دولخت کر دیا۔ تاریخ اسلام میں ایسا ہولناک اور افسوسناک واقعہ نہیں ہوا کہ اتنی بڑی فوج کافروں اور مشرکوں کے سامنے ہتھیار ڈالدے۔

ان بدقسمتوں اور بدبختوں کی وجہ سے جب ملک دولخت ہوگیا تو یہی لوگ یحییٰ خان سے ملا کر سازشیں کرکے برسراقتدار آگئے اور غدار یحییٰ خان کا تحفظ کرتے رہے اور آج تک کر رہے ہیں۔ انتہا یہ ہے کہ حمود الرحمن کمیشن رپورٹ آج تک شائع نہیں کی۔ تاکہ اصل مجرموں کی نقاب کشائی نہ ہو جائے۔

مولانا نے زور دار لہجے میں فرمایا کہ ان کے دن گنے جاچکے ہیں، ظلم کو فروغ کبھی نہیں ہوتا۔ حق بلند ہونے کے لیے آیا ہے جھکنے کیلئے نہیں۔ اصل مسلمان وہی ہیں جو اپنے جائز حقوق کے لیے بہادرانہ جنگ لڑیں۔ میں اعلان کرتا ہوں کہ ہم تشدد کے پرچارک نہیں ہیں۔ جہاد کے معنیٰ یہ ہیں کہ جس مقصد کو ہم صحیح اور درست سمجھتے ہیں اس پر ڈٹے رہیں۔ اس کیلیے قربانیاں دیں اور اس میں تزلزل نہ آنے دیں۔ ہم انصاف اور شرافت کے لیے جنگ لڑ رہے ہیں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہمیں کسی قسم کا خوف ڈر اور غم نہیں ہے۔

ہم چاہتے ہیں کہ ملک میں امن و امان بحال رہے اور عوام عزت و خوش حالی کی زندگی بسر کرسکیں۔ ہم قانون کو اپنے ہاتھ میں لینا نہیں چاہتے۔ لیکن اگر کوئی اس ملک میں ظلم و ستم سے حکمرانی کرنا چاہے گا تو اسے بھی یہ موقع نہیں دیا جائے گا۔ آئین اور قانون کی پاسداری کے لیے ہم میدان میں نکلے ہیں۔ دنیا کی کوئی طاقت ہمیں ہمارے نیک اور بلند عزائم سے باز نہیں رکھ سکتی۔ باطل کی سرشت یہ ہے کہ وہ سرنگوں ہو اور حق کی فطرت یہ ہے کہ وہ بلند و بالا ہو ... ہے جو شیر کی زندگی جیتا ہے۔ ٹیپو سلطان شہیدؒ نے سچ فرمایا تھا کہ شیر کی حیات یک روزہ گیدڑ کی حیات صد سالہ سے بہتر ہے۔ ہم جئیں گے تو مجاہدوں، شیروں اور غازیوں کی زندگی۔ مریں گے تو میدانِ جہاد میں شہیدوں کی زندگی۔ اگر ہم خدا کی راہ میں قبول کرلیے گئے تو پیٹھ پر نہیں سینہ پر گولی کھا کر مریں گے جو ہمارے اکابر کا شیوہ ہے۔ ہم بھاگنے والے نہیں ہیں۔ ان بے دینوں اور ملحدوں کے مقابلے میں ہم کسی طاقت سے خوف زدہ نہیں ہیں۔ ان کا دین نماز روزہ کی حد سے آگے نہیں بڑھتا۔ یہ صرف اسلام نماز، روزے ہی کو سمجھتے ہیں اور نماز روزے کی بھی انکو توفیق نہیں۔ ان کا اسلام یہی ہے کہ انہوں نے ہمیں نماز پڑھنے اور روزہ رکھنے کی اجازت دے رکھی ہے۔ !!

یہ تو ہے ان کے اسلام کا حال۔ پھر یہ کہتے ہیں کہ جمہوریت ہماری سیاست ہے۔ ان کی جمہوریت ان کے پانچ سالہ دورِ اقتدار میں عوام نے دیکھ لی ہے۔ کونسا ایسا ستم تھا جو ان جمہوریت کے دعویداروں نے روا نہیں رکھا۔ ہمارا اس جمہوریت سے کوئی تعلق نہیں ہے جس کے یہ علمبردار ہیں۔ پھر یہ لوگ سوشلزم کو اپنی معیشت کی بنیاد قرار دیتے ہیں۔ اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ اسلام معیشت کے معاملے میں ہماری رہنمائی نہیں کرسکتا۔ اسلیے ہمیں اسلام سے باہر جاکر ہمیں سوشلزم کے ذریعہ اپنی معیشت کو فروغ دینا ہوگا۔ یہ لوگ طاقت کا سرچشمہ عوام کو قرار دیتے ہیں جبکہ تمام طاقتوں کا سرچشمہ اللہ رب العزت کی ذات ہے۔ قرآن و حدیث کی روشنی میں مسلمانوں کا یہ پختہ عقیدہ ہے کہ طاقتیں ساری کی ساری قبضۂ قدرت میں ہیں۔

خداوند قدوس کا یہ حکم ہے کہ:

"اسلام کے اندر پورے پورے داخل ہو جاؤ"

یہ نہیں کہ عبادات کا نظام تو اسلام سے لے لو اور باقی دیگر امور کہیں اور تلاش کرتے پھرو۔ اسلام مکمل ضابطۂ حیات ہے اور اس میں ہر ہر قدم پر انسان کے لیے رہنمائی موجود ہے۔ اسلام میں امن و صلح اور جنگ و جدل کے قانون بھی موجود ہیں۔ اپنے اور بیگانے کے تعلقات کے سلسلے میں بھی رہنمائی موجود ہے۔ عورتوں اور مردوں کے سلسلے میں بھی ہدایات موجود ہیں۔ اسلام پیدائش سے لیکر موت تک انسان کی رہنمائی کرتا ہے۔

مولانا نے فرمایا کہ ہماری یہ سیاسی لڑائی اسی لیے ہے کہ اس ملک میں اللہ کا قانون نافذ ہو۔ سودی نظام کی لعنت سے چھٹکارا حاصل کیا جائے۔ فحاشی عریانی اور بڑھتی ہوئی معاشرتی بے راہ روی کا انسداد کیا جائے۔ ہمارا انتخابی منشور اس بات پر گواہ ہے کہ ہم اس ملک میں کیا چاہتے ہیں۔ اس پروگرام کی تکمیل میں اگر ہماری موت آجائے تو سودا سستا ہے!

مولانا نے فرمایا کہ آخر میں میں اپنے قایدین کو یقین دلاتا ہوں کہ وہ جب چاہیں اور جہاں چاہیں اللہ کے دین کی سربلندی کے لیے ہمیں لگا سکتے ہیں۔ ہم اپنی جان سے، اولاد سے اور مال سے ان کے اشارے پر قربان ہونے کے لیے تیار ہیں۔ اپنے قایدین کے لیے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کا سایہ ہمارے سروں پر تادیر قائم رکھے۔ (آمین)

میں ببانگ دُہل کہتا ہوں کہ ہمارے یہ قایدین کسی دنیاوی غرض یا مفاد کے لیے میدان میں نہیں آئے۔ نہ ہی انہیں کرسیوں اور وزارتوں کا شوق ہے۔ ان کا مقصدِ وحید قرآن و سنت کی حکمرانی ہے۔ ان کی بظاہر ہار بھی جیت ہے۔ عوام ان کے ساتھ ہیں۔ دھاندلی کے ساتھ بیلٹ پیپر کا تقدس مجروح کرنے والے آپ دیکھیں گے کہ کس طرح خائب و خاسر ہوتے ہیں۔ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہمارے ہاتھ میں علی کی تلوار ہے میں کہتا ہوں کہ شرابیوں اور زانیوں کے ہاتھ میں علیؓ کی تلوار نہیں ہوسکتی یہ شمر کی تلوار ہے۔ یہ ہلاکو اور چنگیز کی تلوار ہے۔

ہم اس پھندے کو چومیں گے جو خدا کے نظام کی خاطر ہماری گردنوں میں ڈالا جائے گا۔ ہم احمد بن حنبلؒ کے نام لیوا ہیں جن کی استقامت کے سامنے جابر حکمرانوں کو جھکنا پڑا۔ !!! ہم شیخ الہندؒ کے نام لیوا ہیں جنھوں نے انگریز کو تگنی کا ناچ نچایا !!!۔

میں ... صاحب کی موجودگی میں کہتا ہوں،

...

ضلع جیکب آباد میں کیا ہوتا رہا؟

یہاں بھی دھاندلی جیت گئی

۷ مارچ کو قومی اسمبلی کے عام انتخابات کے دن پورے پاکستان کے اندر جس وسیع پیمانے پر حکومت نے دھاندلی کر کے جمہوریت کی مٹی پلید کی اور عوام کی رائے حق دہی کا جس طرح سے مذاق اڑایا گیا وہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں۔

پورے پاکستان میں سب سے زیادہ دھاندلی کے ریکارڈ توڑ واقعات اندرون سندھ میں ہوئے جیکب آباد جو سندھ کا آخری ضلع ہے۔ یہاں پانچ صوبائی نشستیں تھیں جن میں سے چار پر نامینیشن داخل نہیں کرنے دیئے۔ اس طرح پی پی پی کے امیدوار چار نشستوں پر بلا مقابلہ کامیاب ہو گئے۔ ایک فارم بھرا گیا مگر وہ بھی مسترد کیا گیا۔ قومی اسمبلی کے لئے دو نشستیں تھیں۔ ایک پر حکمران پارٹی پہلے ہی اپنے امیدوار کو بلا مقابلہ کامیاب کرا چکی تھی۔ دوسری نشست کے لئے قومی اتحاد کی طرف سے سید احمد شاہ اور پیپلز پارٹی کی طرف سے خیر محمد سینور امیدوار تھے۔ سید احمد شاہ کے مقابلے میں خیر محمد سینور کی شخصیت غیر معروف تھی۔ اس کے برعکس سید احمد شاہ سابقہ الیکشن میں حصہ لینے کی وجہ سے خاصے معروف تھے۔ چونکہ خیر محمد صاحب سیاست کے میدان میں نو وارد تھے اور ساتھ ہی ان پر چیئرمین مدلر درکس کی حیثیت سے لاکھوں روپے کے غبن کے بھی الزامات تھے۔ جن کی تردید وہ آخری وقت تک نہ کر سکے۔ اس کے علاوہ پورے ملک میں قومی اتحاد کی مقبولیت کی طرح جیکب آباد میں بھی قومی اتحاد کے امیدوار کی پوزیشن پیپلز پارٹی کے امیدوار کے مقابلے میں کہیں زیادہ مضبوط تھی۔

جیکب آباد NA/۱۵۶ جیکب آباد II کے ۱۰۳ پولنگ اسٹیشن تھے۔ جن میں سے دو پولنگ اسٹیشن دو مختلف ناموں سے (خیر محمد پنہور اور آدم پنہور) پیپلز پارٹی کے امیدوار کے اپنے گاؤں میں قائم کئے گئے تھے سات میل سے بھی زائد فاصلے پر سے لوگوں کو یہاں پر ووٹ کاسٹ کرنے کے لئے آنا پڑا۔ ان دو پولنگ اسٹیشنوں کے خلاف کئی بار الیکشن کمیشن اور ریٹرننگ آفیسر کو شکایت کی گئی کہ امیدوار کے گاؤں سے پولنگ اسٹیشن ہٹائے جائیں۔ لیکن آخر وقت تک کوئی شنوائی نہ ہوئی۔ اسی طرح دیگر ۲۰ پولنگ اسٹیشنوں کے لئے تاریں دی گئیں مگر کوئی شنوائی نہ ہوئی سات مارچ سے پہلے پہلے تین وزراء ہزار خان بجارانی (ریونیو منسٹر) در محمد اوستو (وزیر بجلی و آبپاشی) اور تاج محمد جمالی وفاقی وزیر جیکب آباد پہنچ چکے تھے۔ اس کے علاوہ بلوچستان سے پی پی پی۔ ایم پی اے ظفر اللہ جمالی اور شاہنواز خان جمالی بھی دھاندلی کو آخری مقام پر پہنچانے کے لئے پولنگوں پر پہنچ گئے۔

۷ مارچ جس روز پولنگ کا دن تھا۔ قومی اتحاد نے ۱۰۳ پولنگ اسٹیشنوں پر اپنے ایجنٹ وقت مقررہ سے پہلے پہنچا دیئے تھے۔ پیپلز پارٹی کے گاؤں میں جو دو پولنگ اسٹیشن تھے۔ ان کے لئے ہمارے جو ایجنٹ گئے۔ انہیں اندر داخل نہیں ہونے دیا گیا۔ بعد میں جب سید احمد شاہ اور ان کے الیکشن ایجنٹ مسٹر سردار خان لاشاری پولنگ دیکھنے کے لئے وہاں پہنچے تو انہیں سخت برا بھلا کہا گیا اور حملہ کرنے کی کوشش کی گئی۔ یہ دونوں حضرات فوراً واپس آ کر S.P جیکب آباد سے ملے۔ پولیس گارڈ ساتھ لے کر دوبارہ واپس گئے اور اپنے ایجنٹوں کو جنہیں اب تک پولنگ اسٹیشن پہنچنے نہیں دیا گیا تھا۔ اپنے ساتھ واپس لے آئے شہر کے اندر ۱۰ بجے تک پولنگ معمول کے مطابق چلتی رہی اور ۳ بجے کے بعد قومی اتحاد کے ایجنٹوں کو ہراساں کرنے کے بعد زبردست دھاندلی شروع کر دی گئی۔ مسٹر تاج محمد جمالی اور ظفر اللہ جمالی جو ایک رات پہلے بلوچستان سے کئی ہزار لوگ بسوں میں بھر کر لاتے تھے۔ انہیں مختلف پولنگ اسٹیشنوں پر جعلی ووٹ ڈالنے کے لئے استعمال کرنے لگے۔ انتظامیہ اور پولیس مکمل طور پی پی پی کے لوگوں کا ساتھ دے رہی تھی۔ ہمارے ایجنٹوں اور اتحاد کے لیڈروں کے بار ہا احتجاج کے باوجود پریذائڈنگ آفیسر کے سامنے میز پر ہی بیلٹ پیپروں پر ٹھپے لگائے گئے۔ ایک ایک شخص نے بیسیوں دفعہ ووٹ کاسٹ کیے۔ ٹھل شہر جو تحصیل ہیڈ کوارٹر بھی ہے اس میں یقول پی۔ پی۔ پی کے امیدوار قومی اتحاد کی پوزیشن ۷۵٪ تھی لیکن یہاں سندھ کے منسٹر جناب ہزار خاں بجارانی نے اپنے ہاتھوں سے پولنگ اسٹیشن پر جا کر بیلٹ پیپروں پر ٹھپے لگائے اور ہمارے ایجنٹوں کو مار پیٹ کر بھگا دیا گیا۔ ٹھل کے بعد دوسرا بڑا گاؤں اس علاقے میں بار کھوسہ کا ہے، لیکن وہاں سے چھ میل دور ایک چھوٹے سے گاؤں سنٹری میں پولنگ اسٹیشن رکھا گیا وہ بھی اس سازش کے تحت تاکہ قومی اتحاد کے ووٹر وہاں نہ پہونچ سکیں۔

جیکب آباد کے سنٹری پولنگ اسٹیشن پر جیکب آباد کے ایک معزز سماجی اور سیاسی کارکن حاجی محمد عثمان کوسو کو ہزار خان بجارانی نے گالیاں اور دھکے دے کر پولنگ اسٹیشن سے باہر نکال دیا۔ اس کے بعد ٹھل تحصیل کے تیسرے بڑے

گاؤں مبارک پور میں ہمارے آدمیوں پر عام حملہ کیا گیا۔ جس میں کچھ لوگ زخمی بھی ہوئے، لیکن پولیس نے الٹا ہمارے آٹھ آدمی گرفتار کر لیے۔ جنہیں بعد میں ضمانت پر رہا کیا گیا۔

گوٹھ صاحب ڈنو پولنگ اسٹیشن پر شہر کے ایک بڑے زمیندار عرض محمد جکھرانی کے کمدار نے سارا دن بیلٹ پیپروں پر ٹھپے خود لگائے۔ سارے گاؤں کی عوام کے حق رائے دہی کو اس واحد شخص نے استعمال کیا۔ احتجاج کرنے پر پولنگ ایجنٹوں کو نکال باہر کر دیا۔

نادرا پولنگ اسٹیشن صوبہ سندھ کے وزیر آبپاشی و بجلی کا گاؤں بھی ہے۔ ان صاحب نے اس پولنگ اسٹیشن پر بذات خود نگرانی کر کے تمام ٹھپے تلوار پر لگائے اور بھٹو صاحب سے اپنی مکمل وفاداری کا ثبوت فراہم کر دیا۔

واصل جمال جو گڑھی خیرو شہر سے کچھ میل کے فاصلے پر پولنگ اسٹیشن تھا وہاں پر سید درانی پریذائیڈنگ آفیسر چونکہ یہ صاحب ایمان دار تھے اور انہوں نے کسی قسم کی دھاندلی میں حصہ لینے سے انکار کر دیا۔ لہذا نتیجتاً ر صاحب نے ان کو ۱۲ بجے پولنگ اسٹیشن چھوڑ دینے کا تحریری حکم دیا اس کے بعد بقایا ۴ گھنٹے میں ساری کسر نکال لی گئی۔

بہار پور پولنگ اسٹیشن پر دھاندلی کی نگرانی سینیٹر افضل خان کوسو خود کر رہے تھے۔

رمضان پور پولنگ اسٹیشن جو پی پی پی کے ایک بڑے زمیندار مسٹر گدا علی بھینوں کا گاؤں ہے وہاں پر صبح کو ہمارے ایجنٹوں کے پہونچتے ہی ان پر لاٹھیوں سے حملہ کر دیا۔ اس حملہ میں مسٹر گدا علی خود شریک تھے۔ اس حملہ میں مسٹر عطاء محمد حفیظ اللہ، مسٹر عبدالکریم زخمی ہوئے۔ اور ایک نوجوان خدابخش ولد لائق جن کا تعلق شہر ٹیمبل ڈیرہ کے نزدیک ایک گاؤں میں سے تھا۔ وہ اتنے شدید زخمی ہوئے کہ ہسپتال جا کر دم توڑ دیا۔ اس قتل کی رپورٹ مسٹر گدا علی کے خلاف پولیس کو درج کرائی، مگر کوئی گرفتاری عمل میں نہیں آئی اور نہ ہی آنے کی توقع ہے۔ اس وحشیانہ قتل اور کئی افراد کے سارے ضلع میں زخمی ہونے پر ایس ڈی ایم کی طرف سے کوئی سرکاری ہینڈ آؤٹ جاری نہیں کیا گیا جبکہ شیرباز خان مزاری کی آمد کے موقع پر ایک چھوٹے سے واقعہ پر فوراً ہینڈ آؤٹ آ گیا تھا۔

رمضان پور کے نزدیک ہی ایک بڑا گاؤں قادر پور واقعہ ہے۔ یہاں پر بھی پولنگ اسٹیشن تھا۔ اس گاؤں میں قومی اتحاد کے دو ایجنٹوں اس گاؤں کے زمیندار مسٹر فخرالدین کھوسہ نے تقریباً دو سو آدمیوں کے ساتھ دن کو ڈیڑھ بجے حملہ کر دیا۔ کیونکہ دونوں ایجنٹ انہیں بوگس ووٹنگ کرنے نہیں دے رہے تھے۔ ان دونوں ایجنٹوں کو زدوکوب کیا گیا۔ لسٹیں پھاڑ دی گئیں اور ان پر تشدد کیا گیا۔ البتہ پولیس کے اے ایس آئی اور پریذائیڈنگ افسر کا رویہ اچھا تھا۔ لیکن وہ کم تعداد میں ہونے کی وجہ سے کچھ کر نہیں سکتے تھے

گھنیا لونگ اسٹیشن پر بالائے خان بنگلانی پر حملہ کر کے اسے زخمی کر دیا گیا۔ یہ شخص ہزار خان بجارانی کے مقابلے میں ایم، پی، اے کے امیدوار بھی تھے۔ لیکن انہیں فارم جمع کرانے نہیں دیا گیا ان کو ایک دن پہلے گرفتار کر لیا گیا تھا۔

کشبراں پور میں سید احمد شاہ کے الیکشن ایجنٹ جناب سردار خان لاشاری کی جیپ پر حملہ کیا گیا۔ مگر شدید زخمی ہونے سے بچ گئے۔

خاص طور پر اس علاقہ میں یہاں کی روایات کے مطابق خواتین بہت کم ووٹ کاسٹ کرتی رہیں، لیکن ان کی جگہ جعلی ووٹ پہلے ہی بکسوں میں بھر دیئے گئے تھے۔ یہاں تک کہ کئی ایک پولنگ اسٹیشنوں پر مردوں کے ووٹ بھی پہلے سے بکسوں میں بھر دیئے گئے تھے۔ کئی ایک مقامات پر اس کی عمارتیں موجود ہونے کے باوجود شامیانوں کے اندر چار چار پولنگ بوتھ بنائے تھے۔ جو دھاندلی کرنے کے لیے انتہائی مناسب تھے جن میں خاص طور پر گوٹھ محمد علی بروہی اور گوٹھ حاجی لکھمیر قابل ذکر ہیں۔

گڑھی خیرو شہر کے پولنگ اسٹیشن پر ہمارے ایجنٹ عبدالمجید اور حاجی اعتبار کو ایس ڈی ایم کے سامنے دھکے دیکر باہر نکال دیا گیا اور بلوچستان اسمبلی کے پی پی پی کے ایم این اے شاہنواز خان شاہلالی نے اپنے ہاتھوں سے ٹھپے لگائے اللہ بخش اور حاجی نبی داد کو مسجد سے گرفتار کر کے ان سے دستخط لیے گئے۔ انہوں نے تقریباً ایک اور دو بجے کے درمیان الیکشن سے بائیکاٹ کر دیا۔ اور ان دھاندلیوں اور بے قاعدگیوں کے متعلق الیکشن کمشنر کو ٹیلی گرام دیئے گئے تھے۔ اس سے قبل دھاندلیوں اور بے قاعدگیوں کے خلاف ہر ہر مرحلہ پر چیف الیکشن کمشنر اور ٹریننگ آفیسر کو بذریعہ ٹیلی گرام مطلع کیا جاتا رہا۔ الیکشن آفیسر کے جو پوسٹر دیواروں پر چسپاں کرنے اور الیکشن کے متعلق سبز کتابچہ عوام میں تقسیم کرنے کے لیے آیا تھا انہیں نہ عوام میں تقسیم کیا گیا اور نہ ہی پوسٹر دیواروں پر لگائے گئے آخر تک وہ آفس ہی میں پڑے رہے۔

احمد شاہ

امیدوار قومی اسمبلی ۱۵۶ جیکب آباد

شہر شہر سے

ترتیب: قمر ہاشمی

تاریخی اور کامیاب ہڑتال پر کراچی کے عوام کا اظہارِ تشکر

مولینا محمد ذکریا

گذشتہ دنوں پاکستان قومی اتحاد کے مرکزی قائدین کی ہدایت پر کراچی میں مکمل اور کامیاب ترین ہڑتال ہوتی اور جگہ جگہ احتجاجی جلسے منعقد ہوئے اور جلوس نکالے گئے۔

مورخہ ۲۸ر فروری لانڈھی انڈسٹریل ایریا میں ایک عظیم الشان جلوس نکالا گیا۔ جس کی قیادت مولانا محمد ذکریا نے کی۔ دوست محمد فیض، مولانا قطب الدین صاحب، مولانا قیام الدین اور قومی اتحاد کے دوسرے رہنما بھی شامل تھے۔

جلوس کے شرکاء سے خطاب کرتے ہوئے مولانا محمد ذکریا نے کہا کہ آج کا یہ کامیاب ترین جلوس اور شاملی ہڑتال اس بات کا بین ثبوت ہے کہ عوام قومی اتحاد کے ساتھ ہیں۔ اور اب عوام ظلم وستم کے خلاف صف آرا ہو چکے ہیں۔ دوست محمد فیض نے کہا کہ عوام پر ظلم و زیادتی اور بے گناہوں کا خون بہانے والوں سے عنقریب حساب لیا جائے گا۔ انہوں نے جلوس کے شرکاء سے پرامن رہنے کی تاکید کی اور جلوس مختلف سڑکوں سے ہوتا ہوا۔ لانڈھی نمبرا پر اختتام پذیر ہو کر منتشر ہوا۔

قومی اتحاد کی حمایت

جنرل سیکرٹری انجمن اتحاد پرکانی قبائل کے مولانا عبدالرزاق صاحب نے ایک اہم میٹنگ میں اعلان کیا کہ ہماری انجمن پاکستان قومی اتحاد سے بھرپور تعاون کریگی ہم نے اپنے اراکین سے کہہ دیا ہے کہ وہ بائیکاٹ کریں اور کسی کے حق میں اپنے ووٹ استعمال نہ کریں کیونکہ ہم لوگ پہلے ہی اپنے منشور میں واضح کر چکے ہیں کہ وہ علماء حق کے ساتھ تعاون کریں گے اور اسلامی نظام قائم کرنے میں کوئی کسر نہ اٹھائیں گے۔ اس لئے کہ پاکستان قومی اتحاد اسلامی اقدار کی بحالی اور اسلامی نظام کے قیام کے لئے جد وجہد کر رہا ہے اور قوم کو ظلم و جبر اور لاقانونیت سے نجات دلانے کے لئے سرگرم عمل ہے۔ اس لئے ہم بھی پاکستان قومی اتحاد کی بھرپور تائید و حمایت کرتے ہیں۔ انجمن کے دس ہزار اراکین نے جمعیت میں شمولیت کا اعلان کیا۔

پہاڑپور ضلع ڈیرہ میں

پاکستان قومی اتحاد کی تشکیل

صدر .... حاجی غلام رسول

نائب صدر .... " غلام عباس

جنرل سیکرٹری .... ڈاکٹر سلیمان

نائب " .... ہدایت اللہ

خازنچی .... حاجی دین محمد

نشرواشاعت .... " صاحب داد

جمعیت علمائے اسلام میں شمولیت

مورخہ ۱۴ر فروری ۱۹۷۷ء کو پہاڑپور میں حضرت مولانا مفتی محمود اور مولانا عبدالستار خان نیازی کے جلسہ میں غلام یاسین، ملک حسین بخش کرڑ، ملک نذیر احمد اور ان کے تمام دوستوں نے جمعیت میں شمولیت کا اعلان کیا اور مفتی محمود صاحب پر مکمل اعتماد کرتے ہوئے تعاون کا یقین دلایا۔

قومی اتحاد پنجہ غلام کی تشکیل

گذشتہ روز جمعیت علماء اسلام پنجہ غلام کے دفتر میں معززین پنجہ غلام کا ایک اجلاس زیر صدارت ڈاکٹر محمد یونس صاحب کلیم صدر جمعیۃ پنجہ غلام منعقد ہوا اور متفقہ طور پر حسب ذیل تنظیم قومی اتحاد پنجہ غلام کی تشکیل دی گئی

صدر، جناب ڈاکٹر [illegible] کلیم (امیر جمعیۃ علماء اسلام پنجہ غلام)

نائب صدر اول، ملک حاجی بخشیش خان (این ڈی پی)

" " دوم " عبداللہ " (جمعیۃ علماء اسلام)

جنرل سیکرٹری غلام رسول خان (این ڈی پی)

جائنٹ سیکرٹری اول، غلام حسین زاہد (سیکرٹری اطلاعات جمعیۃ)

" " دوم، پیر محمد خان (این ڈی پی)

سیکرٹری اطلاعات، ملک عنایت اللہ خان (جمعیۃ علماء اسلام)

خزانچی، حاجی عبدالعزیز (این ڈی پی)

۱۲ر ارکان پر مشتمل ایک مجلس شوریٰ بھی بنائی گئی اور رابطہ عوام مہم کے لئے دو کمیٹیاں بھی بنائی گئیں۔

پھلاوان

مورخہ ۱۶ر فروری بروز بدھ دفتر جمعیۃ علماء پاکستان میں ایک ہنگامی اجلاس منعقد ہوا۔ جس کی صدارت حافظ عبدالمجید صاحب نے کی۔ اس اجلاس میں پاکستان قومی اتحاد پھلاوان کے عہدیداروں کا انتخاب عمل میں آیا۔

صدر .... مرزا حاجی محمد علی صاحب

نائب صدر .... چودھری حفیظ الدین "

جنرل سیکرٹری ...... حافظ عبدالمجید "

جائنٹ " ...... راؤ محمد اقبال "

خزانچی .... راجہ عالمگیر صاحب

جمعیت علماء اسلام

قصبہ لاہوری کا انتخاب

مورخہ ۲۳ جنوری بروز اتوار زیر صدارت جناب شیخ الحدیث حضرت مولانا سرفراز صاحب صفدر جمعیتہ علماء اسلام قصبہ لاہوری کا اجلاس منعقد ہوا جس میں مندرجہ ذیل عہدیداروں کا چناؤ عمل میں لایا گیا۔

امیر اعلیٰ حضرت مولانا محمد سلیمان صاحب، خطیب لوہارانوالی مسجد

نائب امیر، جناب قاری آفتاب احمد صاحب خطیب شریف، خادم لاہوری،

ناظم اعلیٰ، جناب محمد اشرف صاحب زرگر محلہ لوہارانوالہ

نائب ناظم، جناب قاری عبدالحمید // خطیب انبالوی مسجد

سیکرٹری، شہباز احمد صاحب انبالوی محلہ

سیکرٹری نشرواشاعت، جناب قاری نور محمد صاحب

خزانچی، میاں کوثر صاحب، دوکاندار

بہل ضلع میانوالی

بہل ۱۶ فروری ۷۷ء کو قومی اتحاد کے کارکنوں کا ایک اجلاس منعقد ہوا۔ اس کی صدارت مولانا عبدالمجید صاحب نے کی۔ اس اجلاس میں مندرجہ ذیل عہدیدار چنے گئے۔

صدر .... جناب رانا محمد رفیق صاحب

نائب صدر .... // ڈاکٹر محمد اسحاق // قریشی

جنرل سیکرٹری .... // رانا محمد علی //

نائب // .... مولوی محمد عبداللہ //

خازن .... حافظ امام دین

اس کے علاوہ ایک ورکنگ کمیٹی تشکیل دی گئی اس کمیٹی کا سربراہ ملک غلام عباس اعوان کو بنایا گیا۔ اس کے بعد اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے عہدیداروں نے عہد کیا کہ ہم قومی اتحاد کے ہر حکم کے تحت کسی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے۔ اور قومی اتحاد کا ساتھ ہر حال میں دیں گے۔

قومی اتحاد کی تشکیل

مورخہ یکم مارچ ۱۹۷۷ء بمقام نوشکی میں قومی اتحاد کی

ایک میٹنگ منعقد ہوئی۔ جس میں متفقہ طور پر ذیل صاحبان کو عہدیدار منتخب کیا گیا۔

صدر .... حاجی صالح محمد صاحب جمالدینی

نائب صدر .... میر عزیز احمد مینگل

جوائنٹ نائب صدر .... حاجی میر سمندر خان بادینی

جنرل سیکرٹری .... // عبدالمجید صاحب مینگل

جوائنٹ // .... // میر بلند خان بادینی

ناظم نشرواشاعت .... مولوی میر امیر حمزہ صاحب بادینی

خزانچی .... // محمد شاہ صاحب

ممبران مجلس عاملہ

۱۔ محمد انور جان جمالدینی

۲۔ مولوی غلام رسول صاحب

// عبدالکریم //

۴۔ // بشیر احمد //

۵۔ حاجی کرم شاہ جمالدینی

۶۔ مولوی محمد حیات //

۷۔ // عزیز الرحمن //

۸۔ // عبدالغنی //

۹۔ جمعدار حضور بخش مینگل

۱۰۔ محمد ہاشم //

۱۱۔ حاجی میر خوشدل خان

۱۲۔ مولوی فیض محمد

سرپرست

۱۔ حاجی میر بلند خان

۲۔ صاحب زاد

۳۔ حاجی دوست محمد صاحب شاہ

انتقال پر ملال

گذشتہ دنوں منشی غلام صادق ناظم اعلیٰ جمعیتہ علماء اسلام راولپنڈی بقضائے الٰہی انتقال کر گئے مرحوم گوناگوں صفات کے مالک تھے اور ایک عرصہ سے علماء حق سے وابستہ چلے آرہے تھے اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ مرحمت فرمائیں۔

خانیوال

گذشتہ دنوں پاکستان قومی اتحاد خانیوال کی ایک اہم میٹنگ دفتر جمعیتہ علماء اسلام میں منعقد ہوئی۔ اجلاس میں پاکستان قومی اتحاد کی باقاعدہ

تشکیل عمل میں آئی۔

صدر مولانا محمد رمضان صاحب

جنرل سیکرٹری چوہدری محمد احمد ایڈووکیٹ۔

خازن جناب حاجی بلال صاحب

مقرر ہوئے۔

۱۳ افراد پر مشتمل الیکشن کمیٹی تشکیل دی گئی۔ جن کے نام درج ذیل ہیں:

۱۔ مولانا محمد رمضان صاحب

۲۔ مولانا محمد ایوب الرحمن صاحب

۳۔ راؤ شاکر علی صاحب۔

۴۔ ملک غلام سرور اعوان صاحب

۵۔ صوفی عبدالحق صاحب

۶۔ بشیر خاور صاحب

۷۔ چوہدری صدیق صفدر صاحب

۸۔ چوہدری محمد احمد صاحب

۹ قاری محمد ایوب صاحب۔

۱۰ حکیم محمد عالم صاحب

۱۱ مولانا شاہ عالم صاحب

۱۲ اسلم بتلا صاحب۔

ایک قرارداد کے ذریعہ مرکزی قایدین پاکستان قومی اتحاد پر مکمل اظہار اعتماد کیا گیا اور یہ عہد کیا گیا کہ ہمارے قایدین ہمیں جو بھی حکم فرمائیں ہم ہر وقت اس کے لیے مستعد ہیں۔

بہل ضلع میانوالی

بہل ۱۶ فروری ۷۷ء کو پاکستان قومی اتحاد کے کارکنوں کا اجلاس ہوا۔ اس کی صدارت مولانا عبدالمجید صاحب نے کی۔ اس اجلاس میں مندرجہ ذیل عہدیدار چنے گئے

صدر : جناب مولانا محمد رفیق صاحب

نائب صدر : // ڈاکٹر محمد اسحاق صاحب قریشی

جنرل سیکرٹری : رانا محمد علی صاحب

نائب سیکرٹری : مولوی محمد عبداللہ صاحب

خازن : حافظ امام دین صاحب

اس کے علاوہ ایک ورکنگ کمیٹی تشکیل دی گئی اس کمیٹی کا سربراہ ملک غلام عباس اعوان کو بنایا گیا۔ اس کے بعد اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے عہدیداروں نے عہد کیا کہ ہم قومی اتحاد کے ہر حکم کے تحت کسی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے اور قومی اتحاد کا ساتھ ہر حال میں دیں گے۔

پاکستان طبی کانفرنس کا حکیم عبدالسلام ہزاروی کو خراجِ عقیدت

حکیم عبدالسلام ہزاروی کی خونید گی پر حکیم آفتاب احمد قریشی صاحب جنرل سیکرٹری پاکستان طبی کانفرنس نے ایک تعزیتی قرارداد پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ حکیم عبدالسلام ہزاروی مرحوم نے تمام زندگی سیاسی جدوجہد میں بسر کی اس کے ساتھ ساتھ فن طب کی گراں قدر خدمات سرانجام دیں۔ وہ پاکستان طبی کانفرنس کے روح رواں تھے اور جماعت کی ٹکٹ پر پاکستان طبی بورڈ کے ممبر منتخب ہوئے۔ وہ ہر دل عزیز طبیب تھے۔ اپنے علاقے میں بڑے بااثر تھے۔ انہوں نے ہمیشہ سادگی اختیار کی۔ تحریک آزادی میں بھرپور حصہ لیا۔ اور اس سلسلے میں جیل بھی گئے۔ طبی بورڈ کا ممبر منتخب ہونے کے بعد مہینوں گھر بار چھوڑ کر طبیبوں کی فلاح وبہبود کے لئے کام کرتے رہے۔

حکیم نور احمد صاحب جنرل سیکرٹری ڈسٹرکٹ طبی کانفرنس لاہور نے فرمایا کہ مرحوم بڑے مخلص اور دیانتدار طبیب تھے طبیبوں کو بہت محبت کی نگاہ سے دیکھتے اور ان کا احترام ملحوظ رکھتے۔

حکیم محمد شفیع صاحب صدر ادارہ تحقیقات طبیہ نے مرحوم کے متعلق نہایت سوز سے فرمایا کہ مرحوم بڑی خوبیوں کے مالک تھے۔ متشرع اور مخلص انسان تھے۔ رابطہ کمیٹی کے سرگرم رکن تھے۔ اور اطباء کے باہمی اتحاد کے لئے ہمیشہ کوشاں رہے۔ اور اطباء کے حقوق کے لئے ہمیشہ سینہ سپر رہے۔

حکیم سید امین الدین صاحب نائب صدر ادارہ تحقیقات طبیہ فرماتے ہیں۔ کہ جونہی میں نے اخبار میں مرحوم کی وفات کے متعلق خبر پڑھی تو سکتہ سا طاری ہوگیا۔ اور ایسا محسوس ہوا۔ جیسا کہ کوئی اپنا بزرگ ہم سے جدا ہوگیا یہ صدمہ ناقابل برداشت ہے۔ جب بھی وہ تشریف لاتے تو احباب سے فن طب کی بقاء کے متعلق ہمیشہ گفتگو فرمایا کرتے۔ پاکستان طبی کانفرنس کے اہم ستون تھے۔

حکیم محمد احمد بشر صاحب نے فرمایا کہ مرحوم بہت پرہیزگار تھے۔ اسلامی کاموں [illegible] بڑھ چڑھ کر حصہ لیا کرتے تھے۔ دیسی طریقہ علاج کی ترقی کے متمنی رہے۔

حکیم فضل الٰہی صاحب پرنسپل طبیہ کالج لاہور نے فرمایا۔ بورڈ کے ممبر کی حیثیت سے ان سے پاکستان طبی بورڈ کے اجلاس میں ملاقاتیں ہوتی رہیں۔ ان کے خیالات نہایت پاکیزہ تھے۔ پند ونصائح بھی فرمایا کرتے اور ممبران بورڈ کے باہمی اتحاد کے لئے ہمیشہ کوشش فرماتے رہے۔

حکیم دلپذیر صاحب نے اس موقعہ پر ایک مصرعہ پڑھا کہ

"خدا رحمت کند این عاشقان پاک طینت را"

حکیم عبدالمجید خان آنرری سیکرٹری ادارہ تحقیقات طبیہ نے فرمایا کہ مرحوم خواجہ عبدالرحمن غازی امرتسری مرحوم سے ملاقات کرنے کے لئے میرے مطب میں تشریف لاتے تھے۔ اور چند لمحے ان کے ساتھ بیٹھنے کا اتفاق ہوا۔ تو ایسا محسوس ہوا کہ جیسے میرے برسوں سے شناسا ہوں۔ نہایت سنجیدہ گفتگو فرماتے۔ اور پھر ایسا رابطہ قائم ہوا کہ جب بھی لاہور تشریف لاتے تو شرف ملاقات بخشتے۔ تحریک خلافت اور آزادی ہند کے لئے عظیم قربانیاں پیش کیں۔ اور کئی مرتبہ اسیر فرنگ ہوئے۔ سیاسیات کے علاوہ فن طب کے لئے نمایاں حصہ لیا۔ اور حتی المقدور فن کی ترقی وترویج کے لئے کوشاں رہے۔ اور ان کی ہمیشہ یہ خواہش رہی کہ فن طب سے منسلک ہر مکتبہ فکر کے افراد ایک جگہ متحد ومتفق ہو جائیں۔ تاکہ اپنے جائز مطالبات حکومت سے منوا سکیں۔ لیکن موت نے ان کو ہم سے جدا کر دیا۔ ان کی یاد اور احترام ہمیشہ ہمارے دلوں میں رہے گا ہم سب دعاگو ہیں کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور ان کے لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے ہم سب ان کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔

پاکستان طبی کانفرنس کا ایک اہم اجلاس

پاکستان طبی کانفرنس کا ایک اہم اجلاس زیر صدارت نائب حکیم محمد نبی خان صاحب جمال سویدا صدر کانفرنس موصوف کے دولت کدہ پر مورخہ ۲۱ فروری سہ شنبہ منعقد ہوا جس میں حکیم مولانا عبدالسلام صاحب ہزاروی کی وفات حسرت آیات پر مندرجہ ذیل تعزیتی قرارداد صدارت کی جانب سے پیش کی گئی۔

پاکستان طبی کانفرنس کا یہ اجلاس ملک کے نامور طبیب، عالم دین، مشہور خطیب، پاکباز صوفی، تحریک آزادی کے رہنما طبی بورڈ کے سینئر رکن حکیم مولانا عبدالسلام صاحب ہزاروی کی وفات پر انتہائی رنج وغم کا اظہار کرتا ہے اور اسے فن طب کے لئے ناقابل تلافی نقصان قرار دیتا ہے۔

مرحوم پاکستان طبی کانفرنس کے اساطین میں سے تھے ان کی رحلت سے طبی کانفرنس کا ایک ستون منہدم ہوگیا ہے۔ بارگاہ رب العزت میں دعا ہے کہ وہ مرحوم کو اپنی جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور انکی مغفرت فرمائے۔

طبی کانفرنس مرحوم کے خاندان اور بالخصوص ان کے فرزندان میجر طارق صاحب اور مولانا حکیم عبدالرشید صاحب انور سے ہمدردی کا اظہار کرتی ہے اور دعا کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ (آمین)

متعدد رہنماؤں کا اظہار تعزیت

جمعیت علماء اسلام کے مرکزی نائب صدر اور خانقاہ سراجیہ کندیاں کے شیخ طریقت مولانا خان محمد صاحب جمعیت علماء اسلام کے ممتاز رہنما مولانا حکیم عبدالسلام ہزاروی رکن طبی بورڈ کی وفات پر تعزیت کے لئے ان کے آبائی گاؤں ہری پور تشریف لائے۔ مرحوم کے لئے فاتحہ خوانی اور دعائے مغفرت کی اور پسماندگان سے اظہار ہمدردی کیا انہوں نے کہا کہ مرحوم حکیم عبدالسلام ہزاروی تحریک آزادی اور تحریک ختم نبوت کے عظیم مجاہد تھے۔ متعدد بار قید وبند کی مصیبتوں سے دوچار ہوئے لیکن آخری وقت تک اہل حق کے قافلے کے ساتھ وابستہ رہے۔ انہوں نے کہا کہ مرحوم کی دینی طبی اور قومی خدمات ہمیشہ کے لئے مشعل راہ

بکام کریں گی۔

ان کے علاوہ طبی بورڈ کے صدر حکیم نیر واسطی، حکیم محمد جمال سوید اصدر طبی کانفرنس حکیم آفتاب احمد قریشی جوائنٹ سیکرٹری حکیم محمد سعید دہلوی پاکستان جمعیت الاطباء کے صدر حکیم بشیر احمد جنرل سیکرٹری حکیم جمشید احمد خان سابق وزیر صحت خان خداداد خان، سابق وزیر تعلیم خان محمد علی خان، انجمن فیض الاسلام کے صدر میاں حیات بخش، صوبہ سرحد کے سینئر وزیر محمد اقبال خان سیدون عبدالستان آف ابڈ جنرل سیکرٹری جمعیت علماء اسلام ہزارہ ڈویژن مولانا محمد یوسف مولانا مفتی رشید احمد، نیشنل ڈیموکریٹک کے صدر محمد اسلم خان جماعت اسلامی ہزارہ ڈویژن کے امیر، مسلم لیگ کے صدر میجر سلطان احمد، شیخ محمد اسحاق پاکستان مجلس احرار کے جنرل سیکرٹری چوہدری ثناء اللہ بھٹہ مجلس تحفظ ختم نبوت کے جنرل سیکرٹری مولانا محمد شریف جالندھری، مولانا تاج محمود، مولانا حکیم عبدالرحیم اشرف، طبیہ کالج لاہور کے پرنسپل حکیم فضل الہی، طبیہ کالج اجمل راولپنڈی کے پرنسپل حکیم احسان الحق خان لودھی، اعظم طبیہ کالج سندھ کے حکیم عبدالحق قریشی، پاکستان ٹی ایسوسی ایشن کے جنرل سیکرٹری حکیم نثار احمد علوی اور دیگر ملک بھر سے متعدد مذہبی و سیاسی رہنماؤں نے تحریک آزادی کے رہنما مولانا حکیم عبدالسلام ہزاروی رکن طبی بورڈ کی وفات پر گہرے رنج والم کا اظہار کرتے ہوئے۔ ان کی وفات کو عظیم المیہ قرار دیا اور مرحوم نے جو ملک وملت کی بے لوث خدمات سرانجام دی تھیں۔ ان کو خراج تحسین پیش کیا۔

تعزیتی اجلاس

پاکستان قومی اتحاد ہزارہ ڈویژن کا تعزیتی اجلاس مولانا شفیق الرحمان کی زیر صدارت منعقد ہوا۔ اجلاس میں جمعیت علماء اسلام کے مقتدر رہنما مولانا حکیم عبدالسلام ہزاروی کی وفات پر گہرے رنج وغم کا اظہار کرتے ہوئے ان کی وفات کو سیاسی جماعتوں اور دینی حلقوں کے لئے ناقابل تلافی نقصان قرار دیا۔ اجلاس میں مرحوم کے لئے فاتحہ خوانی اور دعائے مغفرت کی گئی۔

ایک عظیم سانحہ

جمعیت علماء اسلام پاکستان کے سربراہ مولانا محمد عبداللہ صاحب درخواستی نے مولانا حکیم عبدالسلام ہزاروی کی وفات کو ایک عظیم سانحہ سے تعبیر کیا ہے اور کہا ہے کہ ملک وملت کے لئے مرحوم کی خدمات جلیلہ ناقابل فراموش ہیں۔

انہوں نے فرنگی کے تسلط کے خلاف ایک طویل جنگ لڑی ہے۔ اور اس سلسلے میں قید وبند کی سختیاں جھیلیں۔ مگر ان کے پائے استقامت میں کبھی بھی کوئی لغزش پیدا نہیں ہوئی۔ بلکہ انہوں نے مزید جوش وجذبہ سے جمہوریت اور اسلام کی خدمت کی ہے

حضرت درخواستی صاحب نے حکیم صاحب کے دولت کدہ پر تعزیتی خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے ان خیالات کا اظہار فرمایا ہے۔ انہوں نے کہا حکیم عبدالسلام ہزاروی کی وفات سے دینی وسیاسی حلقوں کو ایسا نقصان پہنچا جس کی تلافی مشکل نظر آتی ہے۔ حضرت درخواستی نے حکیم صاحب کی مغفرت کے لئے دعا کی اور پسماندگان کو صبر جمیل کی تلقین کی۔

انجمن اسلامیہ

ہری پور ہزارہ انجمن اسلامیہ کی مجلس عاملہ کا اجلاس انجمن کے صدر مولانا سید عبدالمالک شاہ کی زیر صدارت منعقد ہوا۔ اجلاس میں جمعیت علماء اسلام کے ممتاز رہنما مولانا حکیم عبدالسلام ہزاروی کی وفات پر گہرے رنج وغم کا اظہار کرتے ہوئے مرحوم کی دینی، ملی، سیاسی اور طبی خدمات کو خراج عقیدت پیش کیا گیا۔

انجمن کے جنرل سیکرٹری عبدالقیوم اظہر نے کہا کہ حکیم عبدالسلام ہزاروی کافی عرصہ تک انجمن کے صدر رہے اور دوران صدارت آپ نے جو ادارہ کی فلاح و بہبود کے لئے عظیم خدمات سرانجام دیں وہ قابل تحسین ہیں۔ اجلاس میں مرحوم کے لئے دعا مغفرت کی گئی۔

اظہار تعزیت

سرخپوش رہنما خان عبدالغفار خان نے تحریک آزادی کے نامور رہنما مولانا حکیم عبدالسلام ہزاروی کی وفات پر گہرے رنج وغم کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ مرحوم انگریز کے خلاف جہاد میں میرے ساتھ شریک رہے۔ متعدد بار پابند سلاسل رہے۔

حکیم عبدالسلام ہزاروی میری زندگی کے رفیق سفر تھے۔ مرحوم نے ملک وملت کی جو بے لوث خدمت کی ہے۔ وہ میری نزدیک انتہائی قابل قدر ہیں۔

میری دلی دعا ہے اللہ رب العزت مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ دے اور ان کے صاحبزادے حکیم عبدالرشید انور میجر محمد طارق اور دیگر پسماندگان کو

رپورٹنگ غلام اللہ خان

رستم میں جمعیۃ طلبا اسلام کے دفتر کا افتتاح اور پرچم کشائی

۶ فروری رستم میں جمعیت الطلباء اسلام کا قیام عمل میں لایا گیا۔ دفتر کے افتتاح پر مقامی تنظیم نے ایک عظیم الشان جلسے کا انتظام کیا۔ جس میں ضلعی قومی اتحاد کے رہنما بھی شریک ہوئے۔ دفتر کی پرچم کشائی جمعیت طلباء اسلام صوبہ سرحد کے ناظم عمومی اور گورنمنٹ کالج مردان کے نائب صدر جناب حافظ بشیر احمد کمال نے کی بعد میں قومی اتحاد کے مقررین نے جلسۂ عام سے خطاب کیا۔ قومی اتحاد کے رہنماؤں نے حکمران پارٹی کے پانچ سالہ اقتدار کو سخت ہدفِ تنقید بنایا۔

جلسے سے گورنمنٹ کالج مردان کے جمعیت طلبہ اسلام کے صدر جناب حافظ محمد عثمان صوفی محمد کریم (جمعیت) جناب عبدالسلام (نیشنل ڈیموکریٹ) اور ڈاکٹر رب نواز (تحریک استقلال) نے خطاب کیا۔

میانجی اللہ ڈتہ کے فرزند غلام محمد کے قتل کی مذمت

جمعیت طلباء اسلام کراچی کے صدر مولوی محمد رفیق اور مقامی رہنما قاری عبیدالرحمان شاکر نے ایک مشترکہ بیان میں جمعیت العلماء اسلام ضلع سکھر سندھ کے رہنما میانجی اللہ ڈتہ کے فرزند کے قتل کی مذمت کی ہے۔ انہوں نے کہا کہ پیپلز پارٹی پاکستان قومی اتحاد کے کارکنوں کو ہراساں کر کے اپنی بزدلی کا مظاہرہ کر رہی ہے۔ دونوں رہنماؤں نے چیف الیکشن کمشنر سے اپیل کی ہے کہ پیپلز پارٹی کو ایسی حرکتوں سے باز رہنے کی ہدایت کریں۔ اور مرحوم غلام محمد کے قاتلوں کو واقعی قرار سزا دی جائے اگر اس طرح کے حالات رہے تو پھر ملک کے حالات مزید خراب ہوں گے

پیغام تعزیت

نوشکی ضلع چاغی جمعیت علماء اسلام قومی اتحاد کے رہنما ناظم النشر و اشاعت جناب مولانا امیر حمزہ صاحب اور دیگر ضلعی عہدیداروں نے محترم جناب سکندر حیات خاں عیسیٰ خیل ان کے والد کی وفات پر اظہار ہمدردی کیا ہے۔ اور دعا کی ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائیں اور پسماندگان کو صبر و جمیل کی توفیق عطا فرمائیں (آمین ثم آمین)

طالب علم رہنما کی جمعیت طلباء اسلام میں شمولیت

کراچی کے مشہور طالبعلم رہنما جناب جے۔ اے بٹ نے اپنے ساتھیوں سمیت جمعیۃ طلباء اسلام میں شمولیت کا اعلان کیا ہے۔

آپ نے کہا کہ جمعیۃ طلباء اسلام ملک میں اسلامی اقدار کے احیاء کی کوشش میں شبانہ روز سرگرم عمل ہے آپ نے مزید کہا کہ جمعیت طلباء اسلام پاکستان کی واحد نمائندہ تنظیم ہے جو علماء حق کی رہنمائی میں کام کر رہی ہے۔ آپ نے جناب جاوید ابراہیم پراچہ کو پشاور یونیورسٹی میں جمعہ کی تعطیل کرانے پر ہدیہ مبارک باد دی۔ آپ کی شمولیت کے موقع پر جمعیۃ کے صوبائی ناظم عمومی جناب محمد اسلم شیخ بھی موجود تھے۔

جمعیت طلباء اسلام میں شمولیت

گذشتہ دنوں مدرسہ نورالہدیٰ مرید سوہاں میں زیر صدارت مولوی محمد ابراہیم ایک اجلاس منعقد ہوا۔ جس میں حاجی محمد رمضان صدر جمعیۃ طلباء اسلام حلقہ بھینڈہ شریف نے خطاب فرمایا۔ اجلاس میں ظالم حکمرانوں اور وڈیروں کی سخت مذمت کی گئی اور حزبِ اقتدار کی طرف سے جو دھاندلیاں اور بدمعاشیاں سندھ کے اندر کی جا رہی ہیں ان پر سخت احتجاج کیا گیا۔ اور تمام طلباء کو اس پر متحد کیا گیا کہ اگر یہ رویہ ان ظالموں کا باقی رہا تو ہم علماء کا ساتھ دیتے رہے گے۔ اور آخری دم تک ان ظالموں کا مقابلہ کرتے رہیں گے۔ آخر میں حلقہ بالی حانی کا انتخاب عمل میں لایا گیا۔

صدر۔ مولوی محمد ابراہیم
ناظم اعلیٰ۔ حافظ عبدالقادر بھیاں
ناظم۔ عبدالکریم منارہ
مجلس شوریٰ۔ دین محمد۔ محمد حمزہ، محمد ساجن محمد جمن
رکن: ولی محمد، محمد زمان الہڈتہ

اجلاس میں مولوی محمد ابراہیم نے بھی خطاب کیا۔

اظہار تعزیت

بحضور جناب سکندر حیات خاں صاحب عیسیٰ خیل صدر جمعیۃ طلباء اسلام بلوچستان آپ کے والد ماجد کے وفات کی خبر سن کر بڑا دکھ ہوا۔ اور ہم جمعیۃ طلباء اسلام حلقہ پنول عاقل آپ کے ساتھ اس غم میں برابر کے شریک ہیں۔

دعا ہے کہ اللہ العالیٰ مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں مقام اعلیٰ عطا فرمائیں۔ اور پسماندگان کو توفیق صبر جمیل عطا فرمائیں۔ آمین۔

قائمقام ناظم عمومی

جمعیۃ طلباء اسلام ضلع لاہور کے ناظم عمومی جناب محمد ادریس نے اپنی تعلیمی مصروفیتوں کی بنا پر جناب محمد اقبال صاحب کو قائمقام ناظم عمومی مقرر کیا ہے۔ اور شاخوں کو ہدایت کی ہے کہ تنظیمی سرگرمیوں میں ان سے بھرپور تعاون کریں۔

جمعیۃ طلباء اسلام میں شمولیت

جمعیۃ طلباء اسلام حلقہ رحمان پورہ کے ایک عام اجلاس میں گورنمنٹ کالج آف سائنس وحدت روڈ کے مندرجہ ذیل طلباء نے جمعیۃ طلباء اسلام میں شمولیت کا اعلان کر دیا۔

۱۔ خالد محمود صاحب۔
۲ قمر الاسلام صاحب۔

گورنمنٹ کالج آف ٹیکنالوجی ریلوے روڈ لاہور کے نوید اختر، رزاقت علی اور عبدالمجید نے بھی جمعیۃ طلباء اسلام میں شمولیت کا اعلان کر دیا ہے۔